

جناب فقیر سید جلال الدین صاحب بیس اعظم لاہور
اپنے ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ :-
مکرمی و معظمی جناب سرور صاحب سلمہ ربہ سلام منون
مزاج شریف، آپ ایسے قابل اور خدمتگذار اسلام سچے قابل
عزت ہیں، اخبار نور واقعی تبلیغ اسلام میں سب اخبارات پر
فوقیت لے گیا ہے، عند الملاقات جناب نواب محمد علی خاں
کی خدمت میں ضرور میرا سلام شوق عرض کر دیجئے :-
جناب جوہداری اعظم علی صاحب سب حج ڈیرہ غازیخان
اپنے والا نامہ میں لکھتے ہیں کہ :-
”برادر مکرم جناب شیخ صاحب! اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
میں منشی رام کو ملا تھا، وہ اخبار نور کو بہت پسند کرتے ہیں
اور انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ اپنے خرچ پر بھی اس اخبار
کو اپنے نام پر جاری رکھیں گے“

ہندوستان میں طیریا سے تباہی

بخار سے بچنے کی تدابیر

سربرسات کے بعد طیریا کا موسم شروع ہوتا ہے خشک علاقے اکثر بچے رہتے ہیں، ہندوستان میں بنگال اور آسام تو اس کے گھر ہیں، پنجاب میں بھی بہروں کی آبپاشی شروع ہونے کے بعد طیریا کا بہت زور رہتا ہے، اندازہ کیا گیا ہے کہ ہندوستان میں ہر سال تقریباً چار کروڑ لوگوں کو یہ بخار ہوتا ہے، یعنی نو میں سے ایک شخص کو ضرور بخار آتا ہے اس تعداد میں سے تقریباً دس لاکھ موت کے منہ میں جاتے ہیں، یعنی چالیس بیماروں میں سے ایک ضرور مر جاتا ہے، باقی کام کاج سے عاری ہو جاتے ہیں، سال چھ ماہ تک کمزور رہتے ہیں، اور جو محتیا بھی ہو جاتے ہیں، ان کی اولادیں کمزور ہوتی ہیں، اور اس طرح طیریا ساری نسل کو کمزور کرتا جاتا ہے، اس سے بچنے کی تدابیر بہت آسان ہیں لیکن کئی لوگ تو اپنی غری اور لاچارگی کی وجہ سے یہ آسان تدابیر بھی عمل میں نہیں لاسکتے، لیکن جو لاسکتے ہیں وہ اپنی بے پرواہی یا بد پرہیزی سے ہی بیماری کا شکار ہو جاتے ہیں۔ شہروں کے متوسط درجے اور امیر طبقے کے لوگ اگر یہ آسان تدابیر عمل میں لادیں تو طیریا سے بچکر اپنی زندگی کو لطف آمیز اور خوشگوار بنا سکتے ہیں۔

مندرجہ ذیل تجاویز پر غریب لوگ بھی عمل پیرا ہو سکتے ہیں، لیکن ان کی جہالت ہی ان کی دشمن ہے، اگر واقفکار لوگ ان کو ان سے واقف کرا دیں، تو کئی روحانی غلطوں اور ابدیشوں کا کام ہو جاوے۔ جو انجنین، سماجی یا سبھائیں اس طبقہ کے لوگوں کو متفیض کرنے کیلئے صرف دھرم ابدیشی وغیرہ اکتفا نہ کر کے اگر ان کو حفظان صحت وغیرہ کے اصول سمجھائیں، اور طیریا سے بچنے کی تدابیر میں سے جن پر روپیہ پیسہ کی ضرورت ہے، ان کی مدد کر سکیں تو یہ کار خیر بابرکت ہو، مندرجہ ذیل مفید تدابیر پبلک کی رہنمائی اور مفاد کیلئے درج کی جاتی ہیں۔

(۱) پہاڑیوں پر ایک بوٹی ہوتی ہے، جسے نیل کنٹھ بولتے ہیں، یہ بوٹی بخار طیریا کیلئے بہت مفید ثابت ہوئی

ہے، چار ماہ سے لے کر اور اسے گھوٹ لیں اور چٹنی بنا کر کھا جاویں اور پھر گرم پانی کا پیالہ پی لیں، اس سے بخار اتر جاتا ہے اور چڑھنے سے بھی رک جاتا ہے، حکیم، وید اور ڈاکٹر لوگ اس بوٹی سے بخاری واقف ہیں۔ (۲) طیریا کا زہر ہوا کے رخ کی طرف پھیلتا ہے، دوسرے رخ کے باشندے بچے رہتے ہیں۔ (۳) طیریا کا پھیلنا بہتے ہوئے دریا یا درختوں کی گہری قطار سے رک جاتا ہے، کیونکہ زہر کو جذب کر لیتا ہے۔ (۴) طیریا والی ہوا اگر ہوائی سے بھاری ہوتی ہے اور زیادہ اونچی نہیں اٹھتی، اس لئے دو منزلے مکانوں میں رہنے والے لوگوں کو نہیں ستاتا، طیریا کے دنوں میں رات کے وقت باہر نہیں جانا چاہئے، کیونکہ اس وقت ہوا ٹھنڈی ہو کر بھاری ہو جاتی ہے اور سطح زمین کے ساتھ رہتی ہے۔ (۵) طیریا کی زہر کی طاقت رات کے وقت تیزی پر ہوتی ہے، رات کے وقت بدن کو ٹنگا نہیں رکھنا چاہئے۔

(۶) برسات کے موسم میں اور برسات کے بعد زمین میں نمی زیادہ ہو جاتی ہے، اور زمین کے بخارات سے انسانی جسموں میں بھاری پن، بد بھنی اور گرمی پیدا ہو جاتی ہے بعض لوگوں کے خون میں ہوائی گرے، نمی دار رطوبت قدرتی مقدار سے زیادہ گھس جاتی ہے، اس رطوبت کی زیادتی سے قبض اور بخار ہو جاتا ہے، ڈاکٹر ششدر صاحب جرمنی کی بھی یہی رائے قرار پائی ہے، کہ جب انسانی خون میں رطوبت زیادہ ہو جاتی ہے، تو طیریا بخار شروع ہو جاتا ہے، بخار کے بعد پسینے کا آنا بہت اچھا ہے، بخار سردی لگ کر شروع ہوتا ہے، اور جسم کو خوب ورزش کراتا ہے اور پھر پسینہ آنے سے بہت مافالتو پانی جو کہ زہر ہی ہوتا ہے، خون سے باہر نکل جاتا ہے، یہ قدرت کا کھیل ہے، ڈاکٹر ششدر صاحب کا خیال ہے کہ اگر انسان ہر روز ورزش کے ذریعہ پسینہ نکالتا رہے تو اس کو یہ بخار نہیں ستائے گا۔

(۷) برسات کے دنوں میں پانی اکثر تراب ہو جایا کرتا ہے اگر کھانے پینے میں اور غسل میں ابال کر اور چھان کر پانی استعمال کیا جاوے، تو بخار سے بچاؤ رہے گا۔ (۸) طیریا کے دنوں میں بدن کو ہوا میں نہکانا رکھیں۔ (۹) اس موسم میں کڑوی چیزوں مثلاً کرلا وغیرہ اور مضمم چیزیں مثلاً مونگ وغیرہ کا استعمال کریں، ثقیل چیزیں کھانے سے اس موسم میں پرہیز کرنا چاہئے۔ (۱۰) اس موسم میں مشرقی ہوا، بارش، اداس میں پھرنا یا بیٹھنا، سخت محنت و مشقت کرنا اور دن میں سونا مٹھنا (۱۱) پانی کے گھڑوں میں کافور کی ڈلی ڈالیں، اس سے پانی کے پینے سے صحت اچھی رہتی ہے، کیونکہ کافور سے پانی کے کیڑے مر جاتے ہیں۔ (۱۲) اس موسم میں سونف، دار چینی اور الائچی ملا کر ابالی ہوئی ٹکسی کی چائے بہت مفید ثابت ہوتی ہے، جنوبی ہند میں بہت سے لوگ صرف چائے پینے کی وجہ سے طیریا سے بچے رہتے ہیں۔ (۱۳) کھانڈ یا شکر کھانے سے جسم میں گرمی پیدا ہوتی ہے گرمی سے خون کی رطوبت کم ہو جاتی ہے، کھاری چیزیں کھانے سے جسم کی تمام رطوبتیں ٹھیک ٹھیک کام کرنے لگتی ہیں (۱۴) اس موسم میں کیڑے بہت صاف رکھنے چاہئیں جس کیڑے کو ایک دفعہ پسینہ لگ جائے، اس کو دھوئے بغیر پھر دوبارہ بدن سے نہیں چھونا چاہئے، (۱۵) ان دنوں دریا کے کنارے سیر کرنا بھی مضر ہے کیونکہ دریا کے کنارے کی ہوا بہت نمی دار اور بھاری ہوتی ہے۔ (۱۶) سب سے پہلے مکان کی صفائی ضروری ہے، مکان اونچی جگہ پر ہونا چاہئے، اور اس کا فرش بھی پختہ ہو صبح ہی اس کی کھڑکیاں دروازے کھول دیں، اس کی وجہ سے مچھر بہت کم ہو جاتے ہیں۔ (۱۷) گھروں میں اور ان کے نزدیک ٹکسی کے پودے لگانا آبادی کے مشرق کی طرف نیم کے درخت لگادیں، دنیا میں نیم اور سفیدہ ہی دو درخت ایسے ہیں جن میں خون ٹھانکرنے طیریا کو مٹانے اور چھائی کی بیماریوں سے بچانے کی طاقت یا تاثیر موجود ہے، کوشش کریں کہ مکانوں کے ارد گرد، بستر کے گرد اور بالکونے کے کنارے پر نیم کے درخت لگائے جاویں۔ (۱۸) صبح و شام گھروں میں کافور جلا لیں (۱۹) برسات کے موسم میں لمیوں کا رس پینے سے جگر درست رہتا اور خون ٹھانکرتا ہے۔

(۲۰) دو تین دفعہ کونین کا استعمال ضرور کرنا۔ (۲۱) طیریا کے علاقہ میں سے گزرتے وقت منہ ناک کو چھانکنا اور منہ

اگر کھانے پینے میں اور غسل میں ابال کر اور چھان کر پانی استعمال کیا جاوے، تو بخار سے بچاؤ رہے گا۔ (۸) طیریا کے دنوں میں بدن کو ہوا میں نہکانا رکھیں۔ (۹) اس موسم میں کڑوی چیزوں مثلاً کرلا وغیرہ اور مضمم چیزیں مثلاً مونگ وغیرہ کا استعمال کریں، ثقیل چیزیں کھانے سے اس موسم میں پرہیز کرنا چاہئے۔ (۱۰) اس موسم میں مشرقی ہوا، بارش، اداس میں پھرنا یا بیٹھنا، سخت محنت و مشقت کرنا اور دن میں سونا مٹھنا (۱۱) پانی کے گھڑوں میں کافور کی ڈلی ڈالیں، اس سے پانی کے پینے سے صحت اچھی رہتی ہے، کیونکہ کافور سے پانی کے کیڑے مر جاتے ہیں۔ (۱۲) اس موسم میں سونف، دار چینی اور الائچی ملا کر ابالی ہوئی ٹکسی کی چائے بہت مفید ثابت ہوتی ہے، جنوبی ہند میں بہت سے لوگ صرف چائے پینے کی وجہ سے طیریا سے بچے رہتے ہیں۔ (۱۳) کھانڈ یا شکر کھانے سے جسم میں گرمی پیدا ہوتی ہے گرمی سے خون کی رطوبت کم ہو جاتی ہے، کھاری چیزیں کھانے سے جسم کی تمام رطوبتیں ٹھیک ٹھیک کام کرنے لگتی ہیں (۱۴) اس موسم میں کیڑے بہت صاف رکھنے چاہئیں جس کیڑے کو ایک دفعہ پسینہ لگ جائے، اس کو دھوئے بغیر پھر دوبارہ بدن سے نہیں چھونا چاہئے، (۱۵) ان دنوں دریا کے کنارے سیر کرنا بھی مضر ہے کیونکہ دریا کے کنارے کی ہوا بہت نمی دار اور بھاری ہوتی ہے۔ (۱۶) سب سے پہلے مکان کی صفائی ضروری ہے، مکان اونچی جگہ پر ہونا چاہئے، اور اس کا فرش بھی پختہ ہو صبح ہی اس کی کھڑکیاں دروازے کھول دیں، اس کی وجہ سے مچھر بہت کم ہو جاتے ہیں۔ (۱۷) گھروں میں اور ان کے نزدیک ٹکسی کے پودے لگانا آبادی کے مشرق کی طرف نیم کے درخت لگادیں، دنیا میں نیم اور سفیدہ ہی دو درخت ایسے ہیں جن میں خون ٹھانکرنے طیریا کو مٹانے اور چھائی کی بیماریوں سے بچانے کی طاقت یا تاثیر موجود ہے، کوشش کریں کہ مکانوں کے ارد گرد، بستر کے گرد اور بالکونے کے کنارے پر نیم کے درخت لگائے جاویں۔ (۱۸) صبح و شام گھروں میں کافور جلا لیں (۱۹) برسات کے موسم میں لمیوں کا رس پینے سے جگر درست رہتا اور خون ٹھانکرتا ہے۔

(۲۰) دو تین دفعہ کونین کا استعمال ضرور کرنا۔ (۲۱) طیریا کے علاقہ میں سے گزرتے وقت منہ ناک کو چھانکنا اور منہ

اگر کھانے پینے میں اور غسل میں ابال کر اور چھان کر پانی استعمال کیا جاوے، تو بخار سے بچاؤ رہے گا۔ (۸) طیریا کے دنوں میں بدن کو ہوا میں نہکانا رکھیں۔ (۹) اس موسم میں کڑوی چیزوں مثلاً کرلا وغیرہ اور مضمم چیزیں مثلاً مونگ وغیرہ کا استعمال کریں، ثقیل چیزیں کھانے سے اس موسم میں پرہیز کرنا چاہئے۔ (۱۰) اس موسم میں مشرقی ہوا، بارش، اداس میں پھرنا یا بیٹھنا، سخت محنت و مشقت کرنا اور دن میں سونا مٹھنا (۱۱) پانی کے گھڑوں میں کافور کی ڈلی ڈالیں، اس سے پانی کے پینے سے صحت اچھی رہتی ہے، کیونکہ کافور سے پانی کے کیڑے مر جاتے ہیں۔ (۱۲) اس موسم میں سونف، دار چینی اور الائچی ملا کر ابالی ہوئی ٹکسی کی چائے بہت مفید ثابت ہوتی ہے، جنوبی ہند میں بہت سے لوگ صرف چائے پینے کی وجہ سے طیریا سے بچے رہتے ہیں۔ (۱۳) کھانڈ یا شکر کھانے سے جسم میں گرمی پیدا ہوتی ہے گرمی سے خون کی رطوبت کم ہو جاتی ہے، کھاری چیزیں کھانے سے جسم کی تمام رطوبتیں ٹھیک ٹھیک کام کرنے لگتی ہیں (۱۴) اس موسم میں کیڑے بہت صاف رکھنے چاہئیں جس کیڑے کو ایک دفعہ پسینہ لگ جائے، اس کو دھوئے بغیر پھر دوبارہ بدن سے نہیں چھونا چاہئے، (۱۵) ان دنوں دریا کے کنارے سیر کرنا بھی مضر ہے کیونکہ دریا کے کنارے کی ہوا بہت نمی دار اور بھاری ہوتی ہے۔ (۱۶) سب سے پہلے مکان کی صفائی ضروری ہے، مکان اونچی جگہ پر ہونا چاہئے، اور اس کا فرش بھی پختہ ہو صبح ہی اس کی کھڑکیاں دروازے کھول دیں، اس کی وجہ سے مچھر بہت کم ہو جاتے ہیں۔ (۱۷) گھروں میں اور ان کے نزدیک ٹکسی کے پودے لگانا آبادی کے مشرق کی طرف نیم کے درخت لگادیں، دنیا میں نیم اور سفیدہ ہی دو درخت ایسے ہیں جن میں خون ٹھانکرنے طیریا کو مٹانے اور چھائی کی بیماریوں سے بچانے کی طاقت یا تاثیر موجود ہے، کوشش کریں کہ مکانوں کے ارد گرد، بستر کے گرد اور بالکونے کے کنارے پر نیم کے درخت لگائے جاویں۔ (۱۸) صبح و شام گھروں میں کافور جلا لیں (۱۹) برسات کے موسم میں لمیوں کا رس پینے سے جگر درست رہتا اور خون ٹھانکرتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَحْمَدٌ وَلِصَلٰتِ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

ہم کامیاب کی طرح ہو سکتے ہیں؟

اس وقت ہندوستان میں کہلانے والے اچھوتوں کی تعداد کسی صورت میں چھ سات کروڑ سے کم نہ ہوگی، اعلیٰ ذات کے ہندو اچھوتوں سے جو سلوک روا رکھتے ہیں یقیناً وہ کسی ایک حالات میں انسانیت سے کوسوں دور ہے کہ چھوٹے پرانا گوارا کیا جاسکتا ہے، مگر بعض حالات میں ایک اچھوت کا سایہ بھی ناگوار ہے اور اس کے لئے موجودہ ہندو اتنے ذمہ دار نہیں جس قدر کہ ان کی مذہبی کتب و مزار ہو سکتی ہیں، منوادھیائے ۱۴ شلوک ۸۹ میں لکھا ہے کہ ”جو شخص شودر کو دھرم کا اپدیش دیتا ہے وہ مع اس شودر کے دوزخ کے پچھلے طبقہ میں گرایا جاتا ہے“ دھرم کو اپدیش کا لفظ بہت وسیع ہے، دھرم کا اپدیش ہر ایک دانشمندانہ سخن اور نصیحت پر بولا جاسکتا ہے، یعنی منوجی کے نزدیک شودر اس قدر گئے گزرے ہیں کہ اور تو اور انہیں کوئی ہمدردی اور نصیحت وغیرہ کی بات بھی نہ کہنی چاہئے، پھر منوادھیائے ۸ شلوک ۲۷۱ میں لکھا ہے کہ ”جو شودر بلند آواز سے برہمن وغیرہ کے نام کو درخت کہے تو اس کے منہ میں بارہ انگلی کی لوہے کی جلتی سیلاخ ڈال دینی چاہئے“ یعنی اگر ایک برہمن کا نام گو بندرام ہے اور ایک شودر بجائے پنڈت گو بندرام جی مہاراج کہنے کے گو بند کہے تو منوجی کے نزدیک وہ اس سزا کا مستحق ہے، پھر منوادھیائے ۸ شلوک ۲۸۱ میں لکھا ہے کہ ”شودر اگر برہمن یا کشتری یا ویش کے ساتھ ایک آسن پر بیٹھے تو اس کی کمر میں نشان کر کے نکال دینا چاہئے، یا اس کے پچھلے حصہ کو اس قدر کاٹا جائے کہ وہ مرنے نہ پائے“ یعنی اگر زمین پر برہمن اور کشتری وغیرہ بیٹھے ہوں تو منوجی کے نزدیک شودروں کو یا تو کھڑا ہونا چاہئے، اور یا پھر زمین میں گڑھا کھود کر وہاں بیٹھنا چاہئے ورنہ انہیں مذکورہ سزا لینے کیلئے تیار رہنا چاہئے۔ پھر منوادھیائے ۱۰ شلوک ۹ میں درج ہے کہ ”شودر

بڑوں کے کام کر کے دولت پیدا کرے تو راجہ کو چاہئے کہ اس کی دولت چھین کر اس کو جلد اپنے ملک سے نکال دے“ یعنی اگر کوئی شودر اپنی جائزہ کوشش اور بہمت سے دولت جمع کرے تو اس کے لئے منوجی مہاراج کا یہ حکم ہے کہ راجہ اس کی دولت چھین لے اور نہ صرف اس کی دولت چھینے پر ہی اکتفا کرے، بلکہ اس سبکیں کو اس کے اس جرم عظیم پر ملک سے بھی باہر نکال دے، میں نے سنا ہے کہ یوپی وغیرہ میں بعض اچھوت ذاتی کے لوگ لکھو کھا روپیہ کی جائیدادوں کے مالک ہیں اور یہ سب برٹش گورنمنٹ کے طفیل ہے، اگر منوراج یا رام راج ہوتا، تو یہ شودر ہرگز خوشحالی کا منہ نہ دیکھ سکتے۔ منوجی وغیرہ کے اس قسم کے اقوال تو شودروں کے متعلق بکثرت ہیں مگر میں فی الحال اسی پر ہی اکتفا کرتا ہوں، اس تعلیم کی موجودگی میں اگر ہندو شودروں کے ساتھ ناروا اور بعض حالات میں انسانیت سے گیا گزرا سلوک کریں، تو میں انہیں چنداں دوش دینے کیلئے تیار نہیں اور مجھے ہندوؤں کے اس سلوک پر اتنا تعجب نہیں، جتنا کہ کہلانے والے شودروں کی برواشت پر تعجب ہے، اس وقت پڑھے لکھے شودروں میں بیداری کیلئے ایک حرکت پیدا ہو رہی ہے۔ اور اس حرکت کا پیدا ہونا ضروری تھا، کیونکہ کوئی قوم زیادہ دیر کیلئے بستی میں نہیں رہ سکتی، اور اس بیداری کا سہرا بجا طور پر ڈاکٹر امبیڈکار کے سر پر ہے، اور یہ امر واقعہ ہے کہ دنیا کے مذاہب میں سے سوائے اسلام کے اور کوئی مذہب مساوات نہیں دے سکتا، اور جن لوگوں نے بھی خالی الذہن ہو کر اسلام کا مطالعہ کیا ہے وہ اسلام کے بہترین مذہب کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکے، چنانچہ شری گورو نانک دیو جی مہاراج فرماتے ہیں کہ

ہوئے مسلم دین مہمانے مرن جیون کا بھرم چکائے
اس سے بہتر اسلام کے حسن کو ظاہر کرتے کیلئے الفاظ کا لانا
ذرا مشکل ہے، مجھے اعتراف کر لینا چاہئے کہ اس وقت

جناب گاندھی جی بین الاقوامی شہرت کے مالک ہیں وہ اسلام کی خوبیوں کا ۲۹ مئی ۱۹۳۲ء کے یگانہ اندیا میں حسب ذیل الفاظ میں اعتراف کرتے ہیں۔

”اسلام اپنے اورچ و اقبال کے زمانہ میں منتخب اور تنگدل نہیں تھا، ساری دنیا اس کی عزت کرتی تھی، جب یورپ پر اندھیرا چھایا ہوا تھا تو مشرق کے افق پر ایک روشن ستارہ طلوع ہوا اور اس نے دنیا کو آرام اور روشنی سے آباد کر دیا جو مصیبتوں سے تباہ اور گناہوں سے تاریک ہو رہی تھی، اسلام سچا مذہب ہے، ہندوؤں کو چاہئے کہ وہ نیک نیتی سے اس کا مطالعہ کریں، پھر انہیں بھی اسلام کے ساتھ ایسی ہی محبت پیدا ہو جائے گی، جیسی کہ مجھے پیدا ہوئی ہے، اگر یہاں (ہندوستان میں) اسلام کی حقیقی حالت پلٹ گئی ہے تو ہم تسلیم کرنا چاہئے کہ اس انقلاب میں ہندوؤں کا بھی کچھ حصہ ہے اگر ہندو اپنی حالت درست کر لیں (یعنی اسلام کی مخالفت چھوڑ دیں) تو مجھے یقین ہے کہ اسلام ایسے مناظر پیش کرے گا، جو اس کی قدیم فراخ دلی کی روایا کے شایان شان ہوں گے“

غرضیکہ جس شخص نے بھی تعصب سے الگ ہو کر اسلام کا مطالعہ کیا ہے، وہ اسلام کے گن گائے بغیر نہیں رہ سکا، پھر میرے لئے تعجب ہے کہ اس وقت تک اسلام اچھوتوں کو کیوں جذب نہیں کر سکا، میرے نزدیک اس کے چند ایک اسباب ہیں، اول مسلمانوں پر ہندو ہمسائیگی کا اثر، دوم ہندوستان میں مغلوں کی بادشاہت اسلام کیلئے بجائے مفید ہونے کے بعض حالات میں مضر ثابت ہوئی، تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ مسلمان اپنی ذاتی قلبی کی وجہ سے ہندوؤں کے ہاتھ کا کھاپی لیتے ہیں مگر ہندو نہیں، جس سے قدرتا ایک غیر اس نتیجہ پر پہنچنے کیلئے مجبور ہوتا ہے، کہ تمدنی رنگ میں مسلمانوں کی نسبت ہندوؤں کو ترجیح ہے، چہاں مسلمانوں میں باہمی نا اتفاقی بھی اسلام کی اشاعت میں سد سکندری سے کم نہیں اور باہمی نا اتفاقی کا یہ جذبہ اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ زید کا کیا ہوا مسلمان بکر کے نزدیک ناگوار اور بکر کا کیا ہوا مسلمان

نزد کے نزدیک مکمل اور ایک نووارد یہ حالت دیکھ کر ایک گونہ خلیجان میں پڑ جاتا ہے، لہذا مسلمانوں کو باہمی مل کر کم از کم یہ طے کر لینا چاہئے کہ ایک نووارد اگر زیادہ دیر کیلئے نہیں تو حقوٹے عرصہ کیلئے ہی اس

نہجیاب کے کہلانے والے اچھوت گورکھی، اور یوپی اور ہندوستان کے دیگر حصص کے اچھوت کسی حد تک ہندی جانتے ہیں، ان کیلئے گورکھی اور ہندی میں لٹریچر مہیا کرنا چاہئے، اور یہ لٹریچر ان بھقوں پر مبنی ہو، اول اچھوتوں کے متعلق منہ وغیرہ کے اقوال ایک ٹریکیٹ میں مختصر الفاظ میں جمع کر دئے جائیں اور دوسرے ٹریکیٹ میں غیر مذہب کے اکابرین نے اسلام کی خوبیوں کے متعلق جن آراء کا اظہار کیا ہے، انہیں مختصر الفاظ میں چھاپ دینا چاہئے، اور تیسرے ٹریکیٹ میں اسلام کی مساواتی اور تمدنی خوبیاں بیان ہونی چاہئیں، اور یہ ٹریکیٹ اچھوت اقوام میں بکثرت تقسیم ہوں، پھر یقیناً اس کا نتیجہ افشاء اللہ بہت خوشگوار ہوگا، اس وقت اچھوتوں میں بیداری ہے اور ان میں تبلیغ کے لئے بھی بہترین وقت ہے، لہذا ہمیں اچھوتوں میں کیا تقریر اور کیا تحریریں کوئی کسر اٹھانہ کھنی چاہئے، اور ان میں تبلیغ کیلئے ہمیں کسی نیلہ لال کی ضرورت نہیں جو سید سادے الفاظ میں ان کے یہ ذہن نشین کر دینا ہے کہ اسلام میں کوئی اچھوت نہیں، اور تمہاری اس تمدنی پستی کا حل صرف اسلام میں ہی ہے، اور اسلام ہی ہمیں مساوات دے سکتا ہے، اور تمہارے اسلام لانے کے بعد تمہارے وہی حقوق ہونگے جو ایک قدیمی مسلمان کے ہو سکتے ہیں، کیونکہ دنیا میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کی تعلیم اگر مکہ عند اللہ اتفاقاً کرے، یعنی وہی زیادہ معزز جو زیادہ نیک ہو، مضافاً نہیں خواہ وہ کوئی ہو۔

مشنرات

برودہ فروشی کے اڈے

ہندوؤں کی طرف سے مختلف مقامات پر دودا آشرم

یعنی یوگان کی جائے رہائش اور ماتھا آشرم یعنی یتیم خانے وغیرہ قائم ہیں، حقیقتاً یہ کیا چیز ہیں اس کیلئے میں خود کچھ نہیں کہتا، لائل پور کا ساتھی اخبار جاگرت لکھتا ہے کہ ”دودا آشرم اور ماتھا آشرم وغیرہ نام رکھ کر اہل برودہ فروشی کے اڈے کھولے ہوئے ہیں، ایسے لوگ بھیڑ کے لباس میں بھیڑیے ہیں، انہوں نے اس شرمناک تجارت کو چلانے کیلئے مختلف مقامات پر اپنے ایجنٹ معقول کمیشن پر ملازم رکھے ہوئے ہیں جو ہر ممکن ذریعہ اختیار کر کے ان کو عورتیں سہلائی کرتے ہیں، پولیس کئی ایسے آشرموں کا سراغ لگا چکی ہے، اور عدالتوں میں بھی مقدمے جاری ہیں، مگر اس کے باوجود ابھی تک اس شرمناک تجارت کا خاتمہ نہیں ہوا، اس کے خاتمے کا ایک ہی طریق ہے وہ یہ کہ ہندو پبلک خود ایسے برودہ فروشی کے اڈوں کو ختم کرنے کیلئے پولیس کے ساتھ پورا پورا تعاون کرے، پولیس نے جس حد و جد سے ان شرمناک اڈوں کا سراغ لگایا، وہ قابل تحسین ہے، اور کوئی وجہ نہیں کہ خود ہندوؤں کو ان اڈوں کا علم نہ ہو، جبکہ ایجنٹ بھی ہندو، بائع بھی ہندو اور مشتری بھی ہندو، پھر ان قباحتوں کا عیذ راز میں رہنا کیا اس امر پر دلالت نہیں کرتا کہ حقیقتاً ہندوؤں کا کچھ حصہ ان قبیح امور کو پسند کرتا ہے۔ اگر کوئی ہندو عورت مسلمان کے ذریعہ اغوا ہو جائے تو ہندو پولیس آسمان سر پر اٹھالیتا ہے مگر ان شرمناک اڈوں کا راز طشت از بام کرنے کیلئے ہندو پولیس میں وہ احساس نہیں پایا جاتا، حالانکہ اول الذکر کی نسبت سوخا ذکر قباحت کچھ کم قابل توجہ نہیں، بلکہ بعض حالات میں زیادہ، کیوں؟ اس لئے کہ گھر کا بھیری یا گھر کا چور زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔

کیا یہ ذہنیت ہمیں ہوم رول دلا سکی

۳ جولائی کا پرتاپ لکھتا ہے کہ ”موضع گلو مال سحر سکھوں اور مسلمانوں کے درمیان لڑائی کی اطلاع موصول ہوئی ہے، مورخہ ۲۳ جولائی کو موضع گلو مال کے سکھ جاٹوں نے چند قبریں ہمار کر دیں، وہ مکان جس میں مسلمان فقیر بیٹھا تھا، ہمار کرنے کی کوشش کی، میل بوٹے جو اس نے لگا رکھے تھے، اکھاڑ کر کے پھینک دیئے، مزار پر پل چلا دئے، اسی شب کو

رات کے دو بجے کے قریب اسے زد و کوب کیا گیا۔ کیا یہ خراب ذہنیت کسی تشریح کی محتاج ہے؟ آگے تو سکھ مسلمانوں کی اذان کے رستہ میں روک پیدا کر کے ان کے مذہب میں مداخلت کرتے رہتے تھے، اب ان کے مردوں کو بھی جین نہیں بیٹھنے دیتے، حالانکہ قبریں اڈوں اور مڑیوں کو اکھاڑنا اس سے بڑھ کر کیا کمینگی ہو سکتی ہے اور اس بربریت کا اظہار اس لئے کیا جا رہا ہے کہ مسلمان کسی جگہ کسی قوم کی آبادی نہ ہو، اس سے بڑھ کر عدم رواداری کی کوئی بری مثال نہیں ہو سکتی، اس کہینہ ذہنیت کی موجودگی میں اول تو سوراج ملنے سے رہا اگر ملا بھی تو اس کی آج بھی خیر نہیں اور کل بھی نہیں۔

ہندو اچھوتوں کو ہندو نہیں سمجھتے

ویسے تو شمار میں اضافہ کی خاطر ہندو اچھوتوں کو ہندو کہتے ہیں، مگر کیا حقیقتاً ہندو اچھوتوں کو ہندو سمجھتے ہیں؟ اول اگر وہ انہیں ہندو سمجھتے ہوتے، تو منو سمرتی وغیرہ میں ان کے لئے یہ زبر و توہین کے احکام درج نہ ہوتے کہ اگر اچھوت کے کان میں وید منتر کی آواز پڑ جائے تو اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال دینا چاہئے اگر وہ اونچی ذات کے ہندوؤں کے ساتھ بیٹھے تو اس کا نچلا حصہ کاٹ دینا چاہئے، اور اگر وہ اونچی ذاتوں کے نام لے کر بکارے تو اس کی زبان کھینچ دینی چاہئے وغیرہ وغیرہ غور کیجئے کہ کیا آج تک کبھی کسی نے اپنوں کے ساتھ بھی یہ سلوک کیا ہے، اگر اپنوں کی ہی علامت ہے تو پھر غیر اپنوں کے متعلق کیا رائے قائم کی جاسکتی ہے، مگر امر واقعہ یہ ہے کہ آج تک ہندوؤں نے دل سے نہ کبھی اچھوتوں کو ہندو سمجھا اور نہ وہ آئندہ سمجھنے کیلئے تیار ہیں، سچائی یہ ہے وہ سات پردے بھاڑ کر باہر آجاتی ہے، چنانچہ

۲ جولائی کا پرتاپ لکھتا ہے کہ ”بنگال کے ہندوؤں کے ساتھ ایک اور ظلم بھی ہوا ہے کہ جوائشی نشستیں انہیں دی گئی ہیں ان میں سے تیس اچھوتوں کیلئے مخصوص کر دی گئی ہیں“ اگر ہندو اچھوتوں کو ہندو ہی سمجھتے تو انہیں یہ تیس نشستیں کیوں رکھتیں؟ اس سے صاف ظاہر ہے

کہ ہندو اچھوتوں کو دل سے ہندو نہیں سمجھتے،

ہندو سبھا کی ذہنیت

اگر مسلمان کہیں کہ ہندو سبھا مسلمانوں کی دشمن ہے تو شاید ہندو اسے آسانی سے برداشت نہ کریں، مگر صداقت ہے، اس کا اظہار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ۲۵ جولائی کا پرتاپ لکھتا ہے کہ ”ڈاکٹر گوگل چند نارنگ اور راجہ نرنند ناتھ دونوں کا بیان ہے، کہ اگلے انتخابات کے متعلق کانگریس کے ساتھ ان کا سمجھوتہ نہیں ہو سکا، ہوجی کیسے سکتا ہے، جبکہ ہندو سبھا میں بھائی پرمانند جیسے آدمی موجود ہیں جو ہر کانگریسی کو ہندو کش اور مسلم نواز سمجھتے ہیں سمجھوتہ ہوجی کیسے سکتا ہے جبکہ ان دونوں کے زاویہ نگاہ میں اتنا بھاری فرق ہے، کہ یہ اکٹھے ہونا بھی چاہیں تو نہیں ہو سکتے، ہندو سبھا سرکار کے منہ آنے جھجکتی ہے اور اپنا سارا زور مسلمانوں کی مخالفت پر لگاتی ہے۔“

کیا اس ذہنیت کی موجودگی میں ہندوؤں اور مسلمانوں میں اتحاد کی کوئی صورت ہو سکتی ہے؟ حالانکہ سوراج ہندو مسلم اتحاد پر ہی مبنی ہے، ایک طرح سے تو ہم مسلمانوں کو ہندو سبھا کا مشکور ہونا چاہئے، کہ مسلمانوں کے متعلق اس نے اپنی ذہنیت کا اعلان کر دیا، اور اپنے متعلق کماؤ کو کسی قسم کے مغالطہ میں نہیں رکھا، ورنہ مسلمانوں کو مغالطہ دینا بہت آسان تھا، کیونکہ مسلمان قوم فطرتاً صاف دل، حسن ظن رکھنے والی واقع ہوئی ہے اور یقیناً یقیناً یہ حسن ظنی آگے جا کر اسے بہت مہنگی پڑتی۔

اردو کے ساتھ دشمنی

۲۲ جولائی کا پرتاپ لکھتا ہے کہ ”ہندی اردو کا اپنا اپنا اثر ہے، ہندی کے ذریعہ تعلیم حاصل کرنے والا دیار تھی (طالب علم) خاص قسم کے سنسکار (تاثرات) گہرے (اختیار) کرے گا۔ اور اردو کے ذریعہ تعلیم پانے والا خاص قسم کے اثرات، ہندو اور سکھوں کو اردو کے ذریعہ تعلیم دینا انہیں مسلم بنانے کے مترادف تو نہیں لیکن مسلمانیت کا انجیکشن دینے کے مترادف ضرور ہے۔“

اگر پرتاپ واقعی اردو کو اپنی قوم کیلئے ایسا ہی زیر سمجھتا ہے تو وہ خود اردو میں شارح ہو کر اپنی قوم کیلئے یہ زیر کیوں نہیں کر رہا ہے اور پھر اس نے اپنے ساتھ سکھوں کو جو لیا ہے یہ مان نہ مان ہم تیرے مہمان والی بات ہے، مذہبی حسرت اور گواہ حسرت اسی کو کہتے ہیں، سکھ اصولاً اردو یا فارسی سے گریز نہیں کر سکتے، جبکہ ان کے آد گورو اور دس گورو صاحب فارسی کے بہترین عالم تھے، اور اس وقت بھی شری آد اور دس گرنختہ میں فارسی کی نظمیں موجود ہیں، گورونانک صاحب کی فارسی نظم کا پہلا شعر یہ ہے

یک عرض گفتم پیش تو، در گوش کن کرتار
حقا کبیر کریم تو بے عیب پروردگار

اور شری گورو گوبند سنگھ صاحب کی فارسی نظم کا پہلا شعر یہ ہے

منم کشتہ ام کو ہمایاں بت سیرت
کہ آن بت پرستند و من بت شکن

کیا گورو صاحبان کے اس کردار کی موجودگی میں کوئی سکھ فارسی وغیرہ سے اظہار نفرت کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اسلئے اس معاملہ میں پرتاپ کو سکھوں کی وکالت کی ضرورت نہیں تھی پرتاپ کی پڑی اپنی نیپٹ تو

باہمت قوم کے باہمت کام

اس میں کوئی کلام نہیں کہ عیسائیت میں تشلیث اور کفارہ کے مسائل بلاشبہ ناقابل فہم ہیں اور تو اور جنکے سمجھنے یا سمجھانے سے پادری صاحبان بھی عاجز ہیں، لیکن باوجود اس کے وہ تبلیغ عیسائیت پر ہر سال کروڑوں روپیہ خرچ کرتے ہیں عیسائیوں کی سب سے بڑی تبلیغی انجمن برٹش اینڈ بائبل سوسائٹی ہے، جو آج تک نو سو بانوے زبانوں میں انجیل کے ۶۴ کروڑ ۵۰ لاکھ ۹۰ ہزار ۳۳ نسخے چھاپ کر تقسیم کر چکی ہے یہ تو ایک انجمن کا حال ہے اور بھی کئی ایک ان کی تبلیغی انجمنیں ہیں اس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ قوم اپنی مذہبی اشاعت میں کس جدوجہد سے کام لے رہی ہے، کہنے تو ہم دل کی تسلی کیلئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ عیسائی مذہب لالچ سے اشاعت پارسا ہے مگر لالچ کی نسبت ان کی تبلیغی جدوجہد زیادہ کام کر رہی ہے

برخلاف اس کے سہارا یہ دعویٰ اور دعویٰ بھی بنی برحق ہے کہ فرقان کریم آخری الہامی صحیفہ ہے، اس کے پڑھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے سے ہی آج دنیا کی نجات وابستہ ہے مگر باوجود یہ جاننے اور بوجھنے کے اور تو اور ہم آجنگ ہندوستان کی رائج الوقت السنہ میگزین فرقان کریم کے تراجم نہیں کر سکے غیر محالہ کی زبانوں کا سوال تو الگ رہا۔ باوجود بے سروسامانی اور بے مائیگی کے خاکسار ایڈیٹر نور نے قرآن مجید کے گورکھی اور ہندی تراجم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گورکھی سیرت محفوظ ہے ہی عرصہ میں لوگوں کے سامنے پیش کر دی اور اگر اللہ کا فضل شامل حال رہا، تو جلد ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہندی سیرت بھی پبلک کے سامنے آجائے گی، اگر مسلمانوں کو شش کریں تو وہ بہت جلد خدا کے پیارے کلام اور پیارے بنی کے پیارے حالات لوگوں تک پہنچا سکتے ہیں، یہ نہیں کہ مسلمانوں میں مالدار نہیں، ہیں مگر توجہ نہیں، حالانکہ آج مسلمانوں کی زندگی محض تبلیغ کے اہم فرض کے بجالانے میں ہی ہے اور اس سے روگردانی صریح موت سے اب ان کا اختیار ہے خواہ موت کو اختیار کریں یا زندگی کو

ویدوں کے عجیب و غریب استعارے

ویدوں میں عجیب و غریب استعارے پائے جاتے ہیں وہ قریباً قریباً لائیکل ہیں، مثلاً رگوید منڈل ۳ سوکت ۱۲ منتر ایک کا ترجمہ سوامی دیانند صاحب یہ کرتے ہیں ”جس سکھ روپ دیو ہار میں مستحمت ہو کے پتا دوہتا میں ویر یا مستحکم کرتا ہے“ اب میں اس کا اردو ترجمہ دینا پسند نہیں کرتا، میں مشکور ہوں گا اگر کوئی آریہ دوست اس انکار یا استعارہ کا کوئی بہترین حل پیش کر سکے، اس کا حل جو سوامی دیانند صاحب نے لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے، اصل حقیقت کا سرگز متحمل نہیں بلکہ محض تصنع ہے، کیونکہ ویدوں کو میرے آریہ دوست خدا کا کلام کہتے ہیں، اور خدا کے کلام میں لطافت کا ہونا نہایت ضروری ہے، اور بھر خصوصاً استعارہ تو لطیف نہیں، بلکہ الطف ہونا چاہئے، کیونکہ استعارہ کی خوبی تو اس کے بہترین لطیف ہونے میں ہے مگر مجھے تو اس استعارہ اور اسکے ترجمہ میں کوئی لطافت نظر نہیں آئی۔

مذہب میں جبر

۳ جولائی کا پرتاب اس عنوان سے کہ ڈاکٹر امبیڈکار کو صرف سکھ دھرم اختیار کرنے کی اجازت دی جائے گی لکھتا ہے کہ ”مذہبی میں ڈاکٹر ٹری ایس مونجے اور ڈاکٹر امبیڈکار کے درمیان جو بات چیت ہوئی، اس کی بنا پر انڈین اکسپریس کا بیان ہے کہ اس بات پر کوئی اعتراض نہیں کہ ڈاکٹر امبیڈکار یا اچھوت اقوام سکھ دھرم اختیار کر لیں مگر کسی اور مذہب کو اختیار کر لینی اجازت نہیں دی جائے گی“ اس خبر میں جو اکراہ اور جبر کا پہلو غالب ہے وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں، مگر ڈاکٹر مونجے کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اب منہ کا زمانہ نہیں جو کہلانے والے اچھوتوں پر من مانی سختی اور قید رکھی جائے، اب آزادی کا زمانہ ہے اور یہ ایسے ہی آزاد ہیں، جیسے کہ برہمن وغیرہ، اور کہلانے والے اچھوت اسے بہتر سمجھ سکتے ہیں، کہ حقیقی معنوں میں تمدنی آزادی یا مساوات انہیں کہاں میسر ہو سکتی ہے اور اچھوت اقوام اس وقت مساوات کی بھوک پی ہیں، خدا نے انہیں انسان بنایا ہے اسلئے یہ اقوام بجا طور پر اس بات کی خواہشمند ہیں، کہ ان کے ساتھ انسانوں کا معاملہ کیا جائے، اور آج دنیا میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو حقیقی معنوں میں اچھوتوں کو مساوات یا انسانی حقوق دے سکتا ہے۔

اچھوت سکھ بننے کیلئے تیار نہیں

جاگرت لائل پور لکھتا ہے کہ سوامی کلجک آنند ایک مشہور اچھوت لیڈر جو کہ حال ہی میں امرت سر آئے ہوئے تھے، اور جنہوں نے پنجاب کا دورہ کیا ہے ایک بیان شائع کیا ہے، اس میں آپ لکھتے ہیں کہ سکھوں کے متعلق میں غیر مطمئن ہو کر جا رہا ہوں اور ڈاکٹر امبیڈکار اور اس کے ساتھیوں کے سکھ مذہب کے قبول کرنے کے چانس اب بہت ہی کم رہ گئے ہیں، کیونکہ اچھوت دیہاتوں میں سکھ زمیندار اور جاٹوں کے ہاتھوں زبردست تکلیف اٹھا رہے ہیں، پنجاب میں سکھ دھرم اچھوتوں کے بالکل موافق نہیں ہے۔ اب سوامی کلجک آنند کا یہ

بیان کسی تشریح کا محتاج نہیں اور پھر ۹ جولائی کا پرتاب لکھتا ہے کہ ”مذہبی سکھوں (اچھوت) کا ایک دیوان شکر چک میں زیر صدارت سردار چرن سنگھ تنگ منعقد ہوا، جس میں ایک ریزولوشن پاس کر کے خالصہ دربار اور شرومنی اکالی دل سے درخواست کی گئی کہ وہ مذہبی سکھوں کے لئے پنجاب اسمبلی میں تین نشستیں چھوڑ کر باقی حلقوں میں اپنے امیدواروں کو کامیاب بنانے کے جتن کرے“ جہاں تک میرا خیال ہے، ابھی تک خالصہ دربار اور شرومنی اکالی دل نے مذہبی سکھوں کے اس واجب مطالبہ پر کوئی توجہ نہیں دی، اگر وہ توجہ کرتے تو وہ کسی رنگ میں بھی گھائے میں نہ رہتے۔ یہ تین نشستیں پھر بھی سکھوں کے پاس ہی رہتیں، کیونکہ مذہبی سکھ آخر سکھ ہی ہیں، اور پھر جو مذہبی سکھوں کی اس سے دلجوئی ہوتی، وہ فرید برآں، اس لئے اچھوت لیڈر سوامی کلجک آنند نے پنجاب کا دورہ کر کے سکھوں کے متعلق جو اندازہ لگایا ہے، وہ کافی حد تک صحیح معلوم ہوتا ہے۔

گاندھی جی کا اردو پر حملہ

گاندھی جی بھارتیہ سہ ماہی پرشد ناگپور میں اپنی ایک تقریر میں کہا ہے کہ ”اردو زبان جو مسلمانوں کی مذہبی زبان ہے قرآن کے حروف میں لکھی جاتی ہے، اور مسلمان بادشاہوں نے اسے بنایا اور پھیلایا، مسلمان چاہیں تو اسے رکھیں اور پھیلانیں“ ہمیں اردو کے رکھنے اور پھیلانے کیلئے گاندھی جی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے، ہم مسلمان اپنے نفع و نقصان کو خود بہتر سمجھتے ہیں، مگر یہ ایک عجیب منطق ہے کہ ہندوؤں کے نزدیک اردو اسلئے قابل ترک ہے، کہ مسلمان بادشاہوں نے اسے بنایا اور پھیلایا تعجب تو یہ ہے کہ وہ لوگ جو اپنے اخبارات میں اردو کی مخالفت کرتے ہیں خود اپنے اخبارات کو اردو میں نکالتے ہیں ایسے با اصول مخالفوں کی مخالفت کا کیا اثر ہو سکتا ہے، قابل غور یہ بات ہے کہ عوام الناس اردو کو پسند کرتے ہیں یا ہندی کو، جس چیز کو وہ پسند کریں وہی زبان یا حروف لوگوں کے لئے مرغوب ہو سکتے ہیں، اور اس کے امتحان کی یہ سہل ترکیب ہے کہ ہندو جو ہندی کے بڑے حامی ہیں اپنا اخبارات کو اردو کی

جگہ ہندی میں کر دیں پھر انہیں معلوم ہو جائیگا، کہ میلک کس کو پسند کرتی ہے جبکہ ان کی اقسامیں ہزاروں سے گزر کر سینکڑوں اور سینکڑوں سے گزر کر میوں پر آرہی ہیں۔

مسٹر گابا اور مسلمان

مسٹر گابا ہندوؤں سے مسلمان موئے، یہ معلوم کر کے مجھے خوشی ہوئی کہ مسلمانوں نے مسٹر گابا کی حوصلہ افزائی کیلئے اچھی کوشش کی، پہلے انہیں اسمبلی کا ممبر بنایا گیا، پھر صوبہ پٹنہ کے پرائیویٹ کی پاس ہزار کی ضمانت دی گئی۔ اور اب علی گڑھ والوں مسٹر گابا کی عدم موجودگی میں ان کی بیگم صاحبہ کو لکھا ہے کہ اگر وہ چاہیں تو اپنے لڑکوں کو تعلیم و تربیت کیلئے علی گڑھ کالج میں بھیج سکتی ہیں، جہاں ان کی غور و پرداخت اور تعلیم و تربیت میں ہر طرح کی سہولتیں مہیا کی جائیں گی، دراصل ایسی ہی باتیں غیروں کو اسلام کی طرف راغب کر سکتی ہیں مجھے ان لوگوں سے اتفاق نہیں جو محض مغلی اغراض کے ماتحت نتیجہ سے بے پرواہ ہو کر یہ کہتے ہیں کہ نومسلموں کی کوئی دلجوئی نہیں کرنی چاہئے، حقیقتاً ایسے نادان اپنی پاؤں پر آپ کلہاڑی چلاتے اور درپردہ اسلام سے دشمنی کا ثبوت دیتے ہیں، بد قسمتی سے ہندوستان میں اس وقت کیا اتحاد کی جہت سے، کیا ثروت کے خیال سے اور کیا تمدن کی نوعیت سے مسلمان پسند ہیں، اگر یہ معمولی دلجوئی کے خیال کو بھی ترک کر دیں، تو پھر ایک بیرونی آدمی کیلئے کشش کے سامان بہت کم رہ جاتے ہیں، میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس پر وضاحت سے لکھوں، کیونکہ خوش قسمتی سے میں بھی نومسلموں کے دائرہ میں آتا ہوں اسلئے میں زیادہ تفصیل میں جانے سے اجتناب کرتا ہوں کہ مبادا اس سے کچھ اور سمجھ لیا جائے۔

رام اور کرشن

پرتاب اپنے ۱۰ اگست کے اشو میں جو اس کا کرشن نمبر ہے، لکھتا ہے کہ ”رام کیا تھا اور کرشن کیا، رام کی تعلیم کیا تھی اور کرشن کی کیا، رام کے کیر کیڑ کو ان شہدوں (الفاظ میں ہندی کیا جاسکتا ہے

گاندھی جی کے مسلمان ہونے سے اسلام کی شان بڑھ
سکتی ہے یہ غلط ہے۔ کیونکہ اسلام بذات خود ایک
سچائی ہے، سچائی کے قبول کر نیے سچائی کے قبول کرنے
والے کی شان بڑھتی ہے نہ کہ سچائی کرنا، وہ تو اپنی ذات
میں شان ہی شان ہے اور اس گئے گزرے زمانے میں
بھی اسلام میں ایسی بے نظیر مستیاں ہیں جو جناب گاندھی
جی کو بہت کچھ سکھلا سکتی ہیں۔

طو اکثر امبید کار اور اسلام

۸ رگست کا پرتاپ اچھوت اقوام کے لیڈر ڈاکٹر
امبیڈکار کی تحریر سے حسب ذیل اقتباس دیتا ہے۔ "یہ
زیادہ غیر اغلب معلوم ہوتا ہے کہ اچھوت جماعتیں کوئی
نیا مذہب قائم کر سکیں۔ یہ زیادہ اغلب ہے کہ وہ کسی موجود
مذہب کو اختیار کر سکیں۔ پہلا سوال یہ ہے کہ اچھوت جماعتیں
کس مذہب کو اختیار کر سکیں، ظاہر ہے کہ اس مذہب کو جو
ان کیلئے زیادہ مفید ہوگا، اچھوت جماعتیں ذیل کے تین
مذہب سے کسی ایک کو اختیار کریں گی، اول اسلام،
دوم عیسائیت، سوم سکھ ازم، ان تینوں کا باہمی مقابلہ
کرتے ہوئے اسلام سے اچھوت جماعتوں کو جملہ حقوق
مل جاتے ہیں، مجلسی طور پر مسلمان ہندوستان بھر میں
پھیلے ہوئے ہیں، مسلمان ہر ایک صوبہ میں پائے جاتے
اور وہ اچھوت جماعتوں سے تبدیل شدہ سکھوں کی
حفاظت کر سکتے ہیں اور ان کو ہر ایک قسم کی مدد سے
سکتے ہیں، سیاسی طور پر اچھوت جماعتیں وہ جملہ حقوق
حاصل کر سکیں جو مسلمانوں کو حاصل ہیں، اسلام کو اختیار کرنے
سے ایسے حقوق ضائع نہیں ہو جاتے، جیسے کہ لیجسلیچر
میں خاص نمائندگی اور سروسز میں حقوق ہیں، عیسائیت
اور اسلام کے مقابلہ میں سکھ مذہب میں کم کشش ہے،
چالیس لاکھ کی مختصر اقلیت ہوتے ہوئے سکھ فیئانسن مہیا
نہیں کر سکتے، مجلسی طور پر وہ اچھوت جماعتوں کو زیادہ
مدد نہیں دے سکتے، وہ صرف پنجاب میں ہی پائے
جاتے ہیں، اور جہاں تک اچھوت جماعتوں کی اکثریت کا
تعلق ہے، سکھ ان کی کوئی مجلسی مدد نہیں کر سکتے، سیاسی
طور پر اسلام یا عیسائیت کے مقابلہ میں سکھ مذہب

مسلمانوں کو بھی دیکھنا پسند نہ کریں، یہ ذہنیت ہندوستان
برباد کن ہے، ہندوستان کی بھلائی اسی میں ہی ہے کہ اپنا حق
لو اور دوسرے کا حق دو۔

کانگریس اور ہندی

۸ رگست کا پیر تاپ لکھتا ہے کہ ”ممبئی میں ہونیوالی آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے اجلاس میں گجرات کے ایک ممبر کی طرف سے ریزولوشن پیش کیا جائے گا، کہ کانگریس کی تمام کارروائی لازمی طور پر میں ہندی میں ہو“ اگر کانگریس اس ریزولوشن کو پاس کر دیا، تو یقیناً وہ اپنے وقار کو کھوٹی کانگریس کو فرقہ دارانہ خیالات سے بلند ہونا چاہئے، میں یہ نہیں کہتا کہ اردو کو ترجیح ہو یا ہندی کو، مگر میں یہ ضرور کہوں گا کہ جسے لوگ زیادہ پسند کریں اسے ضرور ترجیح ہونی چاہئے، اور یہ معلوم کرنے کیلئے کہ حقیقی معنوں میں لوگ اردو کو پسند کرتے ہیں یا ہندی کو، میں ایک کسوٹی پیش کرتا ہوں، وہ یہ کہ اس بات کا جائزہ لیا جائے کہ ہندوستان میں اردو اخباروں کی اشاعت زیادہ ہے یا ہندی کی۔ اور پھر زیادہ اشاعت رکھنے والے اردو اخبارات ہیں یا ہندی۔ یہ ایک ایسی بے لاگ کسوٹی ہے کہ جسے تسلیم کرنے میں کسی بھی حق پسند کو چون و چرا کی گنجائش نہ ہونی چاہئے، اور اس معیار پر جو زبان یا حروف پورے اتریں اسے ترجیح ہونی چاہئے،

گاندھی جی اور اسلام

۱۸ اگست کا پرتاب لکھتا ہے کہ ”کچھ عرصہ سے
مسلم اخبارات نے مہاتما گاندھی کو بھلا رکھا تھا، شاید اسلئے
کہ ان کے خیال میں ان کے اسلام قبول کرنے کی اہمیت
منقطع ہو چکی ہوگی، یا اب انہیں مسلمان ظاہر کرنے میں
کچھ فائدہ نہ ہوگا“ پرتاب کے ایڈیٹر مہاشہ کو یہ بات
نوٹ کر لینی چاہئے کہ اگر مسلمانوں نے کبھی گاندھی جی کو اسلام
لانے کیلئے کہا ہے تو محض ان کی بھلائی کیلئے، اور ویسے
بھی تبلیغ اسلام ہر مسلمان پر فرض ہے، گاندھی ہو یا کوئی
اور، مسلمان تبلیغ کرتے رہیں گے، باقی رہا یہ سوال کہ

رکھو کل ریت ہی چلی آئی :- پر ان جا میں پرکھن نہ نہانی
 مطلب :- رکھو خاندان کا یہی طریق چلا آیا ہے کہ جان جائے
 تو جائے مگر ایفائے عہد میں فرق نہ آئے ۔۔۔۔۔ مگر
 کرشن کی تعلیم و صوم کا اونچا معیار پیش نہیں کر لی، بلکہ بنی
 کی مصلحتیں جہاں رام نے اپنے جیون (زندگی) سے سچائی
 کا پرچار (اشاعت) کیا وہاں کرشن بنی (مصلحتوں) کی
 گھاتیں بتاتا رہا :- اب اس پر کسی تشریح یا حاشیہ آرائی
 کی ضرورت نہیں ہے۔ میرا اپنا ذاتی خیال یہ ہے کہ حقیقتاً
 کرشن جی مہاراج ایسے نہیں تھے، جیسا کہ پر تاپ کے ایڈیٹر
 مہاشہ بتلاتے ہیں، ہاں ان کی تعلیم کو نگار کر پیش کیا گیا ہے
 دور کیوں جانو راس لیلا اور چیر بہر (کپڑوں کے چرانے)
 وغیرہ کی جو تصاویر کرشن جی مہاراج کے متعلق بتلائی جاتی ہیں
 کیا معقول پسند انسان طرفہ العین کیلئے بھی کرشن جیسے مہاراج
 کے متعلق ایسا خیال کر سکتا ہے ؟ ہرگز نہیں۔

نور فضل حسین مرحوم اور سند و پیرس

مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے، کہ ہندو پولیس نے
سرفضل حسین کی مخالفت کے ان کی وفات کے بعد بھی نہیں
چھوڑا، چنانچہ ہم رگست کا پرتاپ لکھتا ہے، کہ "مہاتما
گاندھی جیسا بڑا آدمی ان دنوں میاں فضل حسین کے مکان
پر چل کر گیا، جبکہ وہ پنجاب کے وزیر تعلیم تھے، اور ہندو
کا گلا نہایت بیدردی سے کاٹ رہے تھے۔" مجھے
حیرت ہے کہ ہندو پولیس سرفضل حسین مرحوم پر یہ خطرناک
الزام لگانے کا کس طرح حوصلہ کرتا ہے، سہر موصوف نے
زیادہ سے زیادہ یہی کیا کہ محکمہ تعلیم میں مسلمانوں کے لئے
چالیس فی صدی کے لئے سفارش کی، حالانکہ امر واقعہ یہ
ہے، کہ تناسب کے لحاظ سے مسلمان اس سے بھی
زیادہ کے حقدار تھے اور ہیں، وہ لوگ جو کسی محکمہ میں مسلمانوں
کو ایک فی صدی بھی دیکھنا نہیں چاہتے یقیناً وہ تو پرتاپ
کے نزدیک بہترین کار خیر سجالا رہے ہیں، اور جو ساٹھ فی
سڈ چالیس فی صدی کا مطالبہ کرتا ہے، وہ بیدردی سے
گلا کاٹتا ہے، کیا یہ ذہنیت ہندوستان کے کبھی بھلے
دن لا سکتی ہے۔ اگر پرتاپ جیسے لوگوں کے ہاتھوں میں
ہندوستان کی باگ ڈور دی جائے، تو وہ ایک فی صدی

گھائے میں ہے، پنجاب سے باہر سکھ لکھنوی اور ہندو میں خاص نمائندگی کے اہل تصور نہیں کئے جاتے۔ دوسرے لیڈر راؤ بہادر مسٹر راجا نے ڈاکٹر مونجے کو جواب دیتے ہوئے یہ کہا ہے کہ ”اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم اپنا مذہب تبدیل کریں تو بھی سکھ مذہب اور اسلام میں سے انتخاب کرنا پڑے گا۔ ہم مسلمانوں کے خلاف کیوں صف آرا ہوں وہ ہندوؤں اور سکھوں کی طرح ہمارے بھائی ہیں۔“ مذہب تبدیل کرنے کے متعلق ڈاکٹر امجد کار کی رائے اب کسی وضاحت کی محتاج نہیں، کم از کم انہوں نے سکھ مذہب اور اسلام کے متعلق بہتر اندازہ لگا لیا ہے کہ تمدنی اور مجلسی رنگ میں کونسا مذہب ان کیلئے مفید ہو سکتا ہے اب یہ مسلمانوں کا کام ہے کہ وہ اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں، اول تو ہندو قوانین نے اچھوت اقوام کو جس ناقابل بیان ذلت کی حالت میں دھکیلا ہوا ہے اسے دیکھتے ہوئے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ کہلا نیوالے اچھوتوں کو جنہیں خدا نے انسان بنایا ہے، انہیں اس ناقابل بیان ذلت کی حالت سے نکلانے کی کوشش کریں اور اگر یہ مقدس جذبہ بھی مسلمانوں سے اپیل نہیں کر سکتا تو پھر دوسری صورت پر ہی غور کرنا چاہئے، وہ یہ کہ آنے والے زمانہ میں اسی قوم کی سیاسی حالت مضبوط ہوگی جو تعداد میں زیادہ ہوگی، اس جہت سے بھی مسلمانوں کو پوری پوری جہد سے کام لینا چاہئے، اور جبکہ بھر قدرت نے ایسے سان پیدا کر دیے ہیں، کہ اگر مسلمان کوشش کریں اور کوشش بھی صحیح طریقے سے، جیسا کہ میں اس اخبار کے لیڈر میں ذکر کر چکا ہوں، تو یقیناً یقیناً وہ چھ ماہ کے اندر اندر ہی اس مراد کو پا سکتے ہیں، اور اگر مسلمانوں نے موجودہ حالت سے فائدہ نہ اٹھایا، تو پھر ہندوستان میں صدیوں تک ان کی ترقی پیچھے جا پڑے گی، کیونکہ قدرت ایسے مواقع روز بروز مہیا نہیں کرتی، اور زمانہ کسی کا لحاظ نہیں کرتا، اس سے بڑھ کر نادان کون ہوگا، جو اس وقت کا کام آج پر اور آج کا کام کل پر چھوڑے۔

تعداد از دواج اور ہندوؤں کو مہاشی

سناتی تو شری کرشن جی کو خدا کا اوتار مانتے ہیں اور آریوں

کے دلوں میں بھی سری کرشن جی کی کچھ کم عزت نہیں ہے جو آئے روز ان کی شان میں کرشن منہ نکالتے رہتے ہیں، آریہ لوگ آئے روز تعداد از دواج کے معاملہ میں مسلمانوں کے منہ آتے رہتے ہیں مگر وہ مسلمانوں پر نا واجب تکلیفیں کرتے ہوئے اپنے بزرگان کرام کے نمونہ اور اسوہ کو بالکل بھول جاتے ہیں، سناتی تو شری کرشن جی کی لاکھوں بیویاں مانتے ہیں، مگر آریہ بھی آٹھ سے کم نہیں تسلیم کرتے چنانچہ ۱۰ اگست کا پرتاپ لکھتا ہے کہ ”شری کرشن نے اپنی پہلی شادی دواج کے راجا بھیشمک کی لڑکی گئی سے کی، دوسری شادی انہوں نے کاٹھیاواڑ کے ایک زبردست سردار جامبوں کی لڑکی جامبوتی سے کی اور تیسری شادی ایک اور یا دوسرے شستر اجت کی لڑکی سیتہ بھومہ سے کی، چوتھی شادی اندر پرست کی ایک لڑکی کاندی سے کی، پانچویں شادی آنتی کی راجکری متر وندا سے ہوئی، چھٹی شادی کوکئی کی راجکری بھدرا سے ہوئی، ساتویں شادی مدرادیش کی راجکری لکھشما سے ہوئی، اور آٹھویں شادی اجودھیا کی راجکری نیلا سے ہوئی“ اس سے صاف ظاہر ہے کہ زمانہ سابقہ میں ہندوؤں کے بڑے بڑے لیڈر اور مہاتما جنہیں لوگ خدا کا اوتار سمجھتے تھے، انہوں نے ایک سے زیادہ شادیاں کیں، کیا ایسی نمایاں امثلہ کی موجودگی میں آریوں وغیرہ کو یہ حق پہنچتا ہے کہ باوجود نیوگ جیسا قبیح تعدد ازدواج رکھتے ہوئے اپنے بزرگوں کے نمونوں یا اپنی آنکھ کے شہتیر کو بھول کر دوسرے کے وہمی تنگ پر مبنی دیدہ دلیری سے حملہ آور ہوں۔ کیا ایسی ذہنیت کیلئے کوئی بھی معقول ہندو شخص آریوں کی تعریف کر سکتا ہے یقیناً نہیں۔

دونوں میں سے کونسا نمونہ قابل تعریف ہے؟

۱۰ اگست کا پرتاپ لکھتا ہے کہ ”اس عرصہ میں شری کرشن کو متھلا یعنی دوہانک فوج لے کر جانا پڑا، اور کانشی کے راجہ پونڈرک سے لڑنا پڑا، اس موقع پر کرشن نے کانشی کے شہر کو آگ لگا دی، اس کے بعد کرشن نے پراگ جودش یعنی آسام پر حملہ کر کے آسور راجہ کو مار ڈالا۔“ شری راجندر جی مہاراج نے بھی جب لنکا پر حملہ کیا تو راجائن

میں لکھا ہے کہ لنکا کو جلا دیا گیا، اور پھر اس جگہ قابل غور بات یہ ہے کہ کانشی کا راجہ پونڈرک بھی شری کرشن جی کا ہم مذہب تھا، یعنی ہر دو ویدوں کے ماننے والے تھے اور ایسے ہی لنکا کا راجہ راؤن بھی شری راجندر جی کی طرح نہ صرف ویدوں کا ماننے والا بلکہ ویدوں کا زبردست فاضل تھا، برخلاف اس کے کفار مکہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقائد میں زمین و آسمان کا فرق تھا ایک خدا کو ماننے والا اور دوسرا بتوں کا پجاری، ایک فسق و فجور سے دنیا کو نکالنے والا اور دوسرا فسق و فجور کا گرویدہ اور پھر باوجود اس کے وہ فریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کا خطرناک دشمن، اور بہت سے مسلمان مردوں اور عورتوں کو بہت بُری طرح موت کے گھاٹ اتار چکا تھا، اور ایسے رنگ میں اس فریق نے مسلمان مردوں اور عورتوں کی جانیں لیں کہ اس کے تصور سے ہی روٹنے کھڑے ہو جاتے ہیں مگر جب یہ رحمۃ اللعالمین ہستی بحیثیت فاتح مکہ میں وارد ہوتی ہے تو نہ صرف یہی کہ شہر مکہ کی ایک اینٹ تک نہیں گرائی جاتی بلکہ ان خطرناک دشمنوں کو یہ رحمت کا پیغام دیا جاتا ہے کہ لا تشریب علیکم الیوم یعنی آج کے دن تم پر کوئی گرفت نہیں، جاؤ سب آزاد، دنیا کے تمام فاسقین پر نظر ڈالو، سوائے میرے آقا و مولا کی ذات والا صفات کے اور کہیں بھی یہ رحمت کی شان نظر نہیں آئے گی، کیا دنیا اس سے بڑھ کر کوئی رواداری کی مثال پیش کر سکتی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

ہم اور وہ

۲۶ جولائی کے پرکاش میں اس کے ایڈیٹر مہاشی لکھتے ہیں کہ گو سوامی گنیش دت جی جنرل سکریٹری ساقیہ ہمتی ندھی سبھا پنجاب کسی کام کیلئے میرے ہاں تشریف لائے، باتوں باتوں میں میں نے ان سے عرض کیا کہ تم دیانند مٹھ (درساگاہ) قائم کرنے لگے ہیں، انہوں نے سوال کیا، کس جگہ، میں نے عرض کیا امرتسر میں، انہوں نے فرمایا، کہ امرتسر میں کوئی جگہ نہیں ہے، ایسا مٹھ قائم ہونا چاہئے یا تو ہمدرد میں اور یا پریاگ راج

پریسڈنٹ پنجاب ڈیپریٹڈ کلاسز ایسوسی ایشن اور پنجاب کے تقریباً ۵۰ اچھوت لیڈروں نے ایک درخواست ڈاکٹر امجد کار کے پیش کی ہے جس میں ان سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ اچھوتوں کو سکھ مذہب اختیار کرنے کا مشورہ نہ دیں، اسی سلسلہ میں وضاحت کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ سکھوں میں چھوت چھات اور ذات پات کی تمیز ہندوؤں سے بھی زیادہ ہے۔

بارہ لاکھ اچھوت جو سکھ بن چکے ہیں، ان کے ساتھ سکھ نہایت ناروا سلوک روا رکھتے ہیں، انہیں سیاسی، مجلسی، اور مذہبی حقوق نہیں دے گئے سکھوں کو پنجاب اسمبلی میں ۳۲ نشستیں ملی ہیں، ان میں سے ۳ یا ۴ نشستیں بھی وہ ان اچھوت سکھوں کو نہ دینگے پنجاب کے اچھوت، ہندو دھرم کی طرح سکھ دھرم کے بھی سخت مخالف ہیں، پنجاب کے اچھوت دیگر صوبوں میں رہنے والے اچھوت بھائیوں سے التجا کرتے ہیں کہ وہ سکھوں کے فریب میں نہ آئیں، پنجاب میں اب کوئی اچھوت سکھ مذہب قبول نہیں کرتا، بلکہ اس کے برعکس ہر ہفتہ سینکڑوں گیس کٹوا کٹوا کر دوبارہ اچھوت برادری میں واپس آ رہے ہیں۔

ضروری اطلاع

نور عام طور پر ایک سال کے بعد ایک پرچہ کی رخصت کیا کرتا ہے چونکہ چھبیسویں جلد کا آغاز تھا اسلئے ۳۰ ستمبر کا پرچہ شائع نہیں ہوا، اسلئے عوض ۱۷ ستمبر کا پرچہ ڈبل کر دیا گیا ہے، نور جس خاص قلب اور صدق نیت سے تبلیغ اسلام کے اہم فراموش کو بجالا رہا ہے، احمد شہد دشمن تک بھی اس کے مدارج میں ایسے مجاہد پرچہ کی اعانت کرنا بلاشبہ اپنی مدد آپ کرنے کے مصداق ہے، نور کے وہ کون سے خریدار ہونگے جن کے ایک دو دوست نہ ہوں اور پھر وہ کون سے دوست ہوں جنہیں نور جیسے مجاہد پرچہ کی خریداری کیلئے کہا جائے اور انکار کر دیں، صرف توجہ کی ضرورت ہے، آئندہ کیلئے نئے اور پرانے خریدار جو سال بھر کا یکمشت شگنی چندہ ادا کرینگے انہیں ایک روپیہ کی کتاب مفت دی جائیگی، کتابوں کا اشتہار اسی اخبار کے صلا پر ملاحظہ کیجئے، دوستوں کا فرض ہے کہ اسکی توسیع اشاعت میں پوری سعی و کام لیں، جتنی بھی اسکی اشاعت ہوگی

آریہ مور تی پوجا کی تردید میں برہمنوں کو مانتے ہیں اور دیو سماجی منکر، غرضیکہ ہندو دھرم کی کوئی جامع تعریف ہو ہی نہیں سکتی، ایک کا منہ مشرق کو ہے تو دوسرے کا منہ جنوب کو، مگر باوجود اس کے مشترکہ اغراض میں ایک، اور یہی ان کی ترقی کا راز ہے، مسلمانوں کو اپنے ہمسایوں کی کم از کم اس خوبی سے تو کچھ سبق حاصل کرنا چاہئے۔

وید کیسے محفوظ رہے؟

۱۔ راکست کا پرکاش شری کرشن پر ایک مضمون درج کرتا ہوا لکھتا ہے کہ ”یہ ہونہیں سکتا کہ ساری کی ساری جاتی (قوم) نے ایک ایسے پرش کرشن کو اپنا میر و بنالیا ہو جس کی زندگی اخلاق کی کسوٹی پر پوری نہیں اترتی، اسلئے صرف یہی ہو سکتا ہے کہ اس اندھکار (تاریک) کے سمہ (زمانہ) میں جو ہماری جاتی پر آیا، اور جس میں ہماری کوئی بھی چیز محفوظ نہیں رہی۔ لوگوں نے بھگوان (کرشن) کے جیون کے متعلق ایسی باتیں گھڑ لیں، جو کسی طرح بھی ان کی شہادت کو نہیں بڑھاتیں“ اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ اس تاریکی کے زمانہ میں جبکہ ہندوؤں کی کوئی چیز بھی محفوظ نہ رہی، وید تغیر و تبدل سے کیسے محفوظ رہ سکے، جبکہ شاکت مت کے پیروں وغیرہ کا فائدہ اسی میں ہی تھا، کہ وہ ویدوں کو اپنی رنگ میں ڈھالیں، چنانچہ اس کیلئے انہوں نے کوشش بھی کی، اسی اخبار میں جو ایک گنگ ویدوں کا استعارہ آریوں وغیرہ کے لئے درج کیا گیا ہے، کیا وہ اس تغیر و تبدل کی منہ بولتی تصویر نہیں ہے، اور پھر پنڈت مہی دھر کا ویدوں کا ترجمہ کس سے پوشیدہ ہے، اور پنڈت مہی دھر کی ودیا اور پنڈتائی کے آریہ بھی قائل ہیں، ترجمہ میں لفظی فرق تو ہو سکتا ہے مگر یہ نہیں کہ سطروں کی سطروں میں زمین و آسمان کا فرق پڑ جائے پنڈت مہی دھر نے جو ایسا ترجمہ کیا تو یقینی بات ہے کہ انہوں نے کسی بنا پر یہی ایسا کیا۔

ڈاکٹر امجد کار سے اچھوتوں کی درخواست

سکھ مذہب سے اظہار نفرت
بالو سکھ لال سابق میونسپل کمشنر کرنال اور بالو سوتم داس

میں جہاں بہت سے سادھو رہتے ہیں۔ دیا منڈ مٹھ (درسگاہ) خالص آریہ اصولوں کی اشاعت کیلئے قائم کیا جا رہا ہے، گو سوامی گنیش دت ساتنی انجمن کے جنرل سکریٹری ہیں جو انہیں اس درسگاہ کیلئے بجائے امرتسر میں ہر دوار اور پریاگ میں بنانے کا مشورہ دیتے ہیں، جو ساتنیوں کے عظیم الشان تیرتھ (معبد) ہیں، حالانکہ ساتنیوں اور آریوں کے عقائد میں زمین و آسمان کا فرق ہے، برخلاف اس کے مسلمانوں کا رسول ایک، قبلہ ایک، کتاب ایک، کلمہ ایک، باوجود اس کے وہ جس طرح بھاڑوں کے تنکوں کی طرح بکھرتے ہوئے ہیں، اور پھر جس طرح ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بنے ہوئے ہیں وہ اظہار من الشمس ہے اگر پھر ہم یہ شکایت کریں کہ ہندو ترقی کے میدان میں سبقت لے جا رہے ہیں، اور ہم پیچھے ہیں بے فائدہ، کیونکہ خدا بھی انہیں کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں اگر مسلمان اس دور میں فائز المرام ہونا چاہتے ہیں، تو اس کی ایک ہی صورت ہے، وہ یہ کہ اگر زیادہ نہیں تو کم از کم مشترکہ اعراس میں ہم ایک ہو جانا سیکھیں، جب تک ہم یہ نہیں سیکھتے ہم کبھی بھی ترقی کا منہ نہیں دیکھ سکتے۔

ہندو کون ہے؟

۲۔ راکست کا آریہ گزٹ لکھتا ہے کہ ”مسطربنت کما چٹرجی نے کلکتہ کے اخبار امرت بازار پتر کے میں ایک مضمون اس موضوع پر لکھا ہے کہ ہندو دھرم کیا ہے، آپ سب سے پہلے اس بات کا ذکر کرتے ہیں کہ ہندوؤں میں بہت سے سمپر داے (فرقے) ہیں، مثلاً کئی ہندو شکر آچاریہ کو مانتے ہیں، اور کئی ماماچ آچاریہ کو، کئی مادھو آچاریہ کے پیرو ہیں، اور کئی نمبارک آچاریہ پر یقین رکھتے ہیں، ان سب باتوں کو دیکھ کر ایک آدمی کے دل میں خیال آتا ہے کہ ہندو دھرم کی بہت سی شاخیں ہیں، اور وہ سب شاخیں ایک دوسرے سے متضاد ہیں، مثلاً وہ کہتے ہیں کہ سوامی شکر آچاریہ مانتے ہیں کہ ایشور نرگن ہیں لیکن ماماچ آچاریہ کہتے ہیں کہ وہ مرگن ہے وہ سب نیک صفات کا مجموعہ ہے اس میں کوئی برائی نہیں، شکر آچاریہ مانتے ہیں کہ انما پر ماتما کا ایک حصہ ہے اور اس میں ایشور ویاک ہے دو رکیوں جاؤ سنانتی اپنی مکتی مور تی پوجا میں سمجھتے ہیں اور

دورہ دانیال کی دلچسپ تاریخ

پرکھڑا ہو گیا، چونکہ روس اور برطانیہ کی آؤش بھی بہت پرانی ہے، لہذا ۱۸۵۷ء کی جنگ کریمیہ میں ترکی کو برطانیہ کی مدد سے فتح ہوئی، اور روس اپنے مقصد میں ناکام رہا۔

مگر جب ۱۹۱۴ء میں یورپ میں جنگ عظیم ہوئی، اس وقت صورت حالات بالکل بدل گئی، روس جو برطانیہ کا ہمیشہ سے دشمن رہا ہے، اتحاد برطانیہ، فرانس اور اطلی (میں شامل ہو گیا، اور ترکی نے جرمن کا ساتھ دیا، اس جنگ کے دوران میں کئی مرتبہ دورہ دانیال پر حملے ہوئے، ۱۹۱۴ء کو برطانیہ جنگی بیڑوں نے دورہ دانیال کے سرحدی قلعوں پر گولہ باری کی اور پھر اس کے بعد ۱۹ فروری ۱۹۱۵ء کو دوسرے حملہ ہوا، جبکہ آٹھ جنگی جہاز دورہ دانیال کے ساحل پر قلعہ کے باب الداخلہ پر جمع ہو چکے تھے، اس کے بعد جزیرہ نما گیلی پولی میں فوجی کارروائی کی گئی، آخر میں قسطنطنیہ پر اتحادیوں کا قبضہ ہو چکا تھا، اور دورہ دانیال اتحادیوں کے قبضہ میں تھا، اتحادیوں نے انکوره (پایہ تخت ترکی) اور ماسکو (پایہ تخت روس) دونوں پر دباؤ ڈالنے کی غرض سے دورہ دانیال پر قبضہ کر لیا تھا۔

روس اور ترکی کے تعلقات اگرچہ ماضی میں ہمیشہ مخالفانہ رہے، مگر اس زمانہ میں جبکہ دورہ دانیال پر ایک تیسری قوت کا قبضہ تھا، روس اور ترکی کے تعلقات نہایت خوشگوار تھے اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ اس زمانہ میں روس میں زار کی حکومت ختم ہو کر سوویت حکومت قائم ہو گئی تھی اور ترکی میں قوم پرستوں کی حکومت مصطفیٰ کمال پاشا کی قیادت میں قائم ہو چکی تھی، ۱۹۱۹ء سے لے کر ۱۹۲۳ء تک دورہ دانیال کے بارہ میں روس اور ترکی میں اتفاق رائے رہا، دورہ دانیال برطانیہ کے قبضہ میں رہنے پر اس مرتبہ روس زیادہ متضرع ہوا کیونکہ سوویت روس یہ محسوس کرتا تھا کہ برطانیہ دورہ دانیال پر قبضہ جاکر اس کیلئے مشکلات پیدا کر سکتا ہے اس طرح ترکی اور روس ان دونوں کے مابین ۱۶ مارچ ۱۹۲۱ء کو ایک عہد نامہ ہوا، روس نے یونان اور دوسرے مغربی دول کے خلاف ترکی کا ساتھ دیا، مگر جب لوزان کانفرنس ہوئی تو ترکی کے سیاستدانوں کا نقطہ نظر بدل گیا، جب لوزان کانفرنس کے

دانیال کی آبائیں ایشیائے کوچک اور یورپ کو علیحدہ کرتی ہیں، دورہ دانیال کا طول ۸۸ میل اور اس کا وسط عرض ۳۳ سے ۴۴ میل تک ہے، اس کے جانب یورپ جزیرہ نما گیلی پولی ہے۔

دورہ دانیال کی قدیم تاریخ یہ ہے کہ جب ایران نہایت عروج پر تھا، شاہان ایران نے سلطنت کو وسعت دینے کی غرض سے یورپ کے اکثر ممالک پر حملے کئے، حضرت عیسیٰ سے ۹۰ سال قبل شاہ ایران نے دوسری مرتبہ یونان پر حملہ کیا، جب یہ پہلا حملہ ناکام رہا، تو اس دوسرے حملہ میں ایرانی افواج نے بری راستہ طے کرنے کی بجائے بحری راستہ اختیار کیا، مگر اس مرتبہ بھی شاہ ایران ناکام رہا اور جنگ میں ایرانی شکست کھا گئے، اس کے بعد اگرگز گوس شاہ ایران نے تیسری مرتبہ یونان پر حملہ کیا، اگرگز گوس جو بادشاہ کا بادشاہ کہلاتا تھا، اپنی فوجیں ایشیائے کوچک کے راستہ سے لے گیا، اور وہ دورہ دانیال سے گزرتا ہوا، یورپ میں داخل ہوا، کہا جاتا ہے کہ اگرگز گوس نے اپنی فوجوں کو پار ہونے کیلئے اس زمانہ میں دورہ دانیال پر ایک پل بنایا، یہ ۲۲۰۰ سال قبل کا تاریخی واقعہ ہے، اس حملہ میں بھی ایران کو ناکامی ہوئی۔

دورہ دانیال ابتداء سے روس، ترکی اور برطانیہ کے مابین نزاع کا باعث رہا ہے، روس کو اپنی تجارت کے فروغ دینے کیلئے ہمیشہ سے بندرگاہوں کی ضرورت رہی ہے، مگر اسے دائرہ قطب شمالی میں بحر منجمد شمالی کے سوا کہیں بھی بندرگاہ میسر نہیں تھی، مگر یہ بندرگاہ بیکار تھی، کیونکہ سال کے ایک بڑے حصہ میں وہاں برف جمی رہتی ہے، لہذا اس کی نگاہیں ہمیشہ باسفورس اور دورہ دانیال پر جمی ہیں، تاکہ بحیرہ سے فائدہ اٹھا سکے، باسفورس اور دانیال پر ترکی کا قبضہ روس کے اس مقصد میں حائل ہوتا تھا، لہذا زمانہ سلف میں روس نے قسطنطنیہ پر خود قبضہ کر لینے کی کوشش کی، مگر ترک اتنے زبردست تھے کہ روس کو کبھی کامیابی حاصل نہ ہو سکی لیکن جب ترکی کمزور ہو گیا تو روس نے پھر قسطنطنیہ پر قابض ہونے کی کوشش کی، لیکن اس موقع پر برطانیہ ترکی کی مدد

اجلاس ہو رہے تھے، اس وقت ترکی نو اس کا اطمینان دلایا گیا، کہ مشرقی تھریس اور جزیرہ نما گیلی پولی اور قسطنطنیہ پر ترکی کا ہی شاہی اقتدار رہے گا، اور اس کے یہ معنی تھے کہ دورہ دانیال بھی عملاً ترکی ہی کے قبضہ میں آجائے گا۔ برطانیہ کا جو وفد لوزان کانفرنس آیا تھا اس نے "دانیال کی آبائوں کی آزادی" کا اصول طے کیا اور دانیال کی آبائوں کی اس آزادی کے معنی امن کے زمانہ میں جملہ ممالک کے جنگی بیڑوں کے گزرنے کے اور بزمانہ جنگ غیر جانبدار ممالک کے جنگی جہازوں اور تجارتی جہازوں کے گزرنے کے تھے اور اس طرح برطانیہ نے اپنی اس قدیم پالیسی کے خلاف عمل کیا، جس پر گزشتہ ایک صدی سے وہ مصر رہا ہی برطانیہ نے روس کے جنگی جہازوں اور افواج کو بحیرہ روم میں گزرنے کے لئے راستہ کھلا رکھنے کی بجائے بحیرہ روم میں اپنے جنگی جہازوں اور اپنی فوجوں کو گزرنے کے لئے راستہ بند رہنے کو ترجیح دی، برطانیہ کے مدبرین یہ محسوس کرتے تھے کہ روس پر اس کے گھر کے نزدیک بحیرہ اسود میں حملہ کرنے سے کوئی فائدہ برطانیہ کو حاصل نہ ہوگا، بہر حال انہی مصالحت کے مدنظر برطانیہ اس پر رضامند ہوا کہ دانیال کی آبائیں جنگی بیڑوں کے گزرنے کیلئے کھلی ہیں اور ترکی وفد نے بھی اسی کو مناسب سمجھا کہ برطانیہ کی تجویز پر راضی ہو جائے، کیونکہ جب ترکی وفد نے یہ دیکھا کہ ترکی کے وہ مطالبات جو ارضی علاقوں سے متعلق ہیں پورے ہو رہے ہیں، اور قسطنطنیہ میں اس کے ۱۲ ہزار فوجی رہ سکتے ہیں، تو اس نے دانیال کی آبائیں کھلی ہوئی رہنے کو اپنے لئے مضر نہیں سمجھا اور وہ اس پر بھی راضی ہو گیا کہ دورہ دانیال کے دونوں جانب کے ساحلوں پر تنگ علاقوں اور باسفورس میں اپنی فوجیں نہ رکھے گا، استثنائی صورتوں میں ترکی فوجوں کو ان غیر فوجی علاقوں میں سے پار ہونے کی اجازت دی گئی، اور معاوضہ کے طور پر برطانیہ، فرانس، اطلی، اور جاپان نے غیر فوجی علاقوں پر ترکی کا قبضہ قائم رہنے کی گارنٹی دی۔

جب یہ مسودہ عہد نامہ بم چین سوویت روس کے نمائندہ کے سامنے یکم فروری ۱۹۲۳ء کو پیش کیا گیا تو اس نے اس کا مطالبہ کیا کہ اس عہد نامہ میں درج شدہ جملہ شرائط پر ایک ایسی سب کمیٹی جس میں روس کا بھی ایک نمائندہ شریک

رہے، فقرہ وار بحث ہو کر گفت و شنید سونی پائے اور جب اس کا یہ مطالبہ مسترد کیا گیا، تو اس نے عہد نامہ کا ایک فریق بننے سے انکار کیا، اور ترکی کی توجہ عہد نامہ ۱۹۱۴ء کے جانب جو روس اور ترکی کے مابین ہوا تھا، مہذول کوئی ہم چھیننے سے احتجاج کیا، مگر ترکی نے اس احتجاج کی کوئی پرواہ نہ کی، ایک انگریز مصنف کی یہ رائے ہے کہ ترکی اپنے اس نئے دوست کو بھی جو قدیم دشمن ہے اپنے لئے خطرناک سمجھتا ہے، اس مصنف کی یہ رائے ہے کہ جب موجودہ تبدیل شدہ جغرافیائی حالات سابقہ حالات پر پھر پہنچ جائیں یعنی جبکہ مکان روس کے قبضہ میں تھا، اور باب الداخلہ ترکی کے قبضہ میں روس اور ترکی کے مابین اس قدیم دشمنی کا تازہ ہو جانا لازمی، روس سوشلسٹ جمہوریت کے شکل میں ترکی کا اتنا ہی دشمن ثابت ہو سکتا ہے، جتنا کہ وہ سابق میں کر سچین زاریت کی شکل میں تھا۔

ان مصالحوں کے مد نظر ترکی کے سیاستین نے روس کے احتجاج کی کچھ پرواہ کئے بغیر عہد نامہ پر چپ چاپ دستخط کر دینے کو ترجیح دی اور ۲۴ جولائی ۱۹۲۳ء کو ترکی نے دستخط کر دئے۔ اور آخر بادل خواستہ اسی سال کے ۳۱ اگست کو روس نے بھی عہد نامہ پر اپنے دستخط کر دئے اور اس عہد نامہ کا وہ بھی ایک فریق بن گیا، مگر ہم چھین وزیر خارجہ روس بڑا ہی دور اندیش اور مدبر تھا، جو ہمیشہ موقع کی تاک میں رہتا تھا، جب موصل کے معاملہ میں لیگ اقوام نے ترکی کے خلاف اپنا فیصلہ سنایا، تو ترکی یہ محسوس کرنے لگا کہ ابھی تک ان کے ساتھ مغربی اقوام کے خاندانوں کا ایک رکن بننے کا ایک موقعہ دیا گیا ہے ترکیوں کے اس احساس سے ہم چھین نے فائدہ اٹھایا اور بمقام پیرس ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۵ء کو ترکی اور روس کے مابین ایک اور عہد نامہ ہوا، جس پر روس کی جانب سے ہم چھین وزیر خارجہ اور ترکی کی جانب سے توفیق رشیدی بے وزیر اعظم ترکی کے دستخط ہوئے، اس عہد نامہ کے ذریعہ فریقین معاہدہ نے باہم ایک دوسرے سے اقرار کیا کہ ترکی یا روس ان میں سے کسی ایک کے خلاف بھی کسی تیسری قوت کی جانب سے کوئی فوجی حملہ ہو یا ان کے خلاف کوئی عہد نامہ یا معاہدہ کر لیا جائے، تو فریقین معاہدہ دوسرا نہ غیر جانبداری اختیار کریں گے، اور اس کا بھی اقرار کر لیا گیا، کہ فریقین معاہدہ

میں کوئی نزاع پیدا ہو جائے اور اس کا تصفیہ معمولی سیاسی گفت و شنید سے نہ ہو سکے، تو اس نزاعی معاملہ کا تصفیہ کرانے کی غرض سے طریقہ کار کا کوئی آرڈر قائم کیا جائے بہر حال اس طرح ترکی کے سابق دشمن مگر نئے دوست روس اور ترکی میں اب تک دوستی برقرار ہے، اور اب اس عہد نامہ پر بھی جس پر ۳۱ جولائی کو انٹرویو میں دستخط ہوئے روس نے اپنے دستخط کر دئے ہیں، گو پہلے پہلے وہ بعض تجاویز سے ناراض تھا، اور اگر اب کے یورپ کے دول میں سے کوئی عہد نامہ کا فریق بننے سے انکاری ہوا تو وہ اٹلی ہے اور ترکی نے بھی اٹلی کی شرکت کو غیر ضروری سمجھا، بہر حال اس طرح اب پھر درہ دانیال کو مستحکم کرنے میں ترکی کامیاب ہو گیا (ماخوذ)

اسلام اور عورت

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام ہی وہ پہلا مذہب ہے جس نے اگر دنیا کو مذہب بنایا، اور ملتوں کی بگڑی ہوئی جاہل وحشی قوم سے بربریت کو دور کر کے ان میں تمدن اور تہذیب کی زندہ روح پھونکی، اس کے آنے سے پہلے جو ظلم و ستم جو رواستباد کا بازار گرم تھا، اسلام نے دنیا میں قدم رکھتے ہی اسے ایک دم ٹھنڈا کر دیا اور نہ صرف یہ کیا بلکہ اس نے دنیا کو مواخاۃ اور اعطاء حقوق کی تہذیبی تعلیم دی، جس کی نظیر آج دنیا کے تمام ادیان پیش کرنے سے قاصر ہیں اسلام ہی نے عورتوں کو کامل انسان سمجھا، اسلام کے آنے سے پہلے عورتوں کے ساتھ مردوں کا کیا کچھ برتاؤ اور سلوک تھا، تاریخ و سیر کے مطالعہ کرنے والوں پر مخفی ناؤ پوشیدہ نہیں، عورتوں کو نہ صرف ذلیل ہی سمجھا جاتا تھا بلکہ قوم اور سوسائٹی نے انہیں وہ درجہ دے رکھا تھا، جو حیوانوں کیلئے بھی مناسب نہ تھا، ان کے ساتھ وہ سلوک کئے جاتے جو انسانیت سے بالکل بعید تھے، ان کی حقوق تلفی اور حقوق کی پائمالی کو ظلم نہ خیال کیا جاتا، غرض ان کے ساتھ وہ سب کچھ کیا جاتا، جو ایک حیوان کے ساتھ کرنا ناروا تھا جہاں منوجی نے انہیں خدمت گذار ہی سمجھا، وہاں عیسائی سوسائٹی نے یہ کہا کہ اگرچہ عورتیں انسان ہیں، مگر پھر بھی صرف مرد کی خدمت کیلئے پیدا کی گئی ہیں، مگر اسلام نے

اگر ان پر بہت کچھ احسانات کئے، انہیں مردوں کی طرح انسان سمجھا، ان کے حقوق کی مراعات اور حفاظت میں بہت کچھ تعلیم دی، چنانچہ قرآن مجید کا ارشاد ہے اور کیا عزت افزا ارشاد ہے۔ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْكَ بِالْمَعْرُوفِ یہ آیت جس طرح صاف طور پر یہ بتلا رہی ہے کہ عورت بھی حقوق میں مرد کی شریک ہے، اسی طرح یہ بھی ثابت کر رہی ہے کہ عورت کامل انسان ہے اور جس طرح مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں، اسی طرح عورتوں کے حقوق بھی مردوں پر ہیں۔

اسی طرح دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بیان فرمایا ہے، ارشاد ہوتا ہے۔ وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا۔ (اور ہم نے آدم علیہ السلام سے کہا کہ تو اور تیری زوجہ حوا (علیہا السلام) جنت میں رہ اور تم دونوں جہاں چاہو اس میں با فراغت کھاؤ) اس آیت سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے، کہ سوائے فطری برتری کے جو مردوں کو عورتوں پر حاصل ہے، اور جس سے عورتوں کے حقوق واجب ہیں کسی قسم کا فرق نہیں آتا، اور یہ برتری بنظر خانہ داری اور اصلاح تمدن کے ہے، ورنہ نفس خلقت و انسانیت میں دونوں برابر ہیں، اللہ تعالیٰ کا حضرت آدم و حضرت حوا علیہما السلام کے واسطے ایک ہی مکان تجویز کرنا اور ایک ہی حیثیت میں انہیں رکھنا، اس بات کی دلیل ہے کہ اگر صورت مساوی نہ ہوتی، تو لازم تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جو مرد تھے، اکل و شرب اور با فراغت رہنے کی بالخصوص اجازت دی جاتی، اور حضرت حوا علیہا السلام جو عورت تھیں ان کے درجہ میں عملی فرق رکھا جاتا، کسی قسم کا امتیاز اور فرق نہ رکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں انسان ہیں، ان میں کسی قسم کا فرق نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عورتوں کے ساتھ ذاتی برتاؤ جہاں آپ نے ان کے ساتھ حسن سلوک اور نیک برتاؤ کا حکم فرمایا ہے وہاں آپ اس کے مجسم نمونہ تھے، آپ نے عورتوں کے ساتھ وہ برتاؤ کئے کہ دوسرے بانیان مذاہب میں ایسا حسن سلوک عورتوں کے ساتھ کرنا شاذ و نادر ہے آپ ان کے مزاج سے واقف تھے، اسلئے ان سے بہت نرمی سے گفتگو کیا کرتے تھے، ان کے دل پہلانے کی کوشش

تمسکوھن ضراراً لتعتدوا یعنی عورت کو طلاق نہ دینا اور تکلیف دینے کے لئے لٹکائے رکھنا ناجائز ہے۔

حق وراثت۔ اس حق وراثت میں اسلام نے عورتوں کا بہت کچھ لحاظ رکھا ہے اور پرزور الفاظ میں تاکید فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ وللنسأ نصیب مما ترک الوالدان والاقربون۔ والدین اور

اقربا جو جائداد چھوڑیں، اس میں عورتوں کا بھی حق ہے اسلام کا تو یہ حکم ہے مگر انگریزی قوانین تو لڑکی کو وراثت کا ذرا بھی حق نہیں دیتے، اوپر کی سطور سے یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ ان کا یہ اعتراض کہاں تک صحیح ہے اور اس کی کیا کچھ حقیقت ہے، ناظرین! اس مختصر سے مضمون سے یہ معلوم کر سکتے ہیں، کہ اگر ہم یہ دعوے کریں تو بالکل صحیح ہو سکتا ہے کہ دنیا میں اسلام ہی صرف وہ مذہب ہے، جس نے عورتوں کے حقوق کی نگہداشت کی اور ان کو بلند مرتبہ عطا کیا، اس کے علاوہ اور تمام ادیان اس سے یکسر خالی ہیں (ماخوذ)

کو اس قدر بند درجہ عطا کرنے کے باوجود یورپ کی تہذیب کے دلدارگان اسلام پر اعتراض کرنے سے باز نہیں آتے چنانچہ وہ اب بھی یہی کہتے ہیں، کہ اسلام نے عورتوں پر بہت سی باتوں میں ظلم و ستم سے کام لیا ہے، مثلاً نکاح، طلاق، وراثت، ہم چاہتے ہیں کہ ان پر روشنی ڈالیں اور بتائیں کہ ان کے اس اعتراض کا تعلق حقیقت اور واقعیت سے کہاں تک ہے۔

نکاح۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جہاں اسلام نے عورتوں کے حقوق کی رعایت کرنے کا حکم دیا ہے، وہاں اس نے ان اسباب کا بھی خاتمہ کر دیا ہے، جن کے ذریعہ مرد عورتوں پر ظلم و ستم کیا کرتے تھے، مثلاً نکاح کے بارے میں اس نے ایسے قوانین بتائے ہیں۔ کہ جن سے مرد نکاح کے بعد عورت پر ظلم و ستم نہ کرے، چنانچہ نکاح کے لئے مہر اور حقوق نان و نفقہ قرار دیا، اور حسن معاشرت کا حکم فرمایا، ارشاد ہے واوالنساء صدق قہن فحلة عورتوں کے مہر خوشی سے ادا کرو، اسی طرح فرمایا گیا ہے وللنساء مما اکتسبن۔ عورتیں جو کماتی ہیں ان کا اپنا ہے۔

طلاق۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے تھے کہ زن و شوہر کا علاقہ کتنا ہی اچھا اور پاک ہو، اس میں غلط فہمی واقع ہو سکتی ہے، طبائع کا اختلاف کبھی اس درجہ پہنچ جاتا ہے کہ ان کی آپس کی محبت نفرت سے بدل جاتی ہے، اور آپس کی زندگی ناقابل برداشت مصائب سے لبریز ہو جاتی ہے ایسی صورت میں اس خذاب سے نجات پانے کے لئے طلاق کے سوا اور کوئی ذریعہ ہو سکتا ہے، طلاق اکثر عورت ہی کے حق میں مفید ہوتی ہے۔ اگر طلاق نہ ہوتی تو عورت ہمیشہ شریہ مرد کے مظالم کا شکار بنی رہتی، مگر اس کے لئے ایسے قیود اور شرائط مرتب کئے گئے، کہ آئے دن مرد اس کی وجہ سے عورت پر ظلم نہ کرے، چنانچہ کہا گیا کہ اپنی بیوی کو ناپسند نہ کرو، کیا معلوم کہ جو چیز تمہیں ناپسند ہو انہیں تمہارے لئے اس میں بھلائی ہو، اسی طرح اس کا بھی حکم دیا گیا ہے، کہ میاں بیوی میں جب ناچاقی ہو تو ایک ثالث شخص شوہر کے کہنے کا اور دوسرا بیوی کے کہنے کا مقرر کیا جائے، اور یہ دونوں مل کر میاں بیوی کی شکایات سن کر ان میں صلح کر دیں، قرآن کی یہ بتلائی ہوتی تدبیر طلاق کے روک کیلئے ہے، اسی طرح یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ وکلا

کرتے تھے، آپ سفر میں اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی ایک کو ضرور ساتھ لے جاتے تھے، غرض آپ کا ذاتی برتاؤ ان ازواج کے ساتھ بہت بہتر تھا، آپ لوگوں کو عورتوں کے مارنے پیٹنے سے بہت سختی سے منع فرمایا کرتے، جب لوگوں کو عورتوں کے مارنے کے متعلق سننے تو فرماتے، کیا ہوا ہے ان لوگوں کو کہ اپنی بیویوں کو دن میں مارتے ہیں اور رات کو ان کی خوشامد کرتے ہیں، مافی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عورتوں کے ساتھ یہ حسن سلوک تھا، لیکن متمدن انگلستان کا قانون دیکھئے کہ وہ کچھ زمانہ پہلے عورتوں کو ایسی لکڑی سے مارنے کی اجازت دیتا تھا، جو انگلی برابر موٹی ہو۔

عورتوں کی عزت افزائی۔ اسلام نے جہاں ان کو مردوں کے برابر سمجھا، اور انہیں حقوق دے، وہاں اس نے ان کی عزت و توقیر کی خاطر ان کے حق میں ایسی باتیں کہی ہیں جو آج تک کسی نے ان کی عزت افزائی کیلئے ایسی بات نہیں کہی، بنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے، اور ہر ایک عورت ماں ہے چاہے بالقوہ ہی، کس قدر عزت اور توقیر کا کلمہ ہے،

عورتوں کے حقوق کی نگہداشت۔ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے عورتوں کے حقوق کی پوری طرح نگہداشت کی ہے، جیسا کہ اس کی تعلیم ہے، ارشاد ہوتا ہے۔

کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیر الوصیۃ للوالدین والاقربین بالمعروف یعنی مرنے والے مالدار کو حکم دیا جاتا ہے کہ مال میں سے ماں کا حصہ بھی نکالا جائے، اور اسے کسی حصہ رسدی سے محروم نہ کیا جائے، یہ آیت کھلے طور پر دال ہے کہ اسلام اور اصول اسلام میں عورتوں کے حقوق کی سب سے زیادہ رعایت رکھی گئی ہے۔

عورتیں مردوں کا بازو ہیں۔ قرآن کا ارشاد ہے ہن لباس لکم وانتہ لباس لهن یعنی عورتیں تمہاری غیر نہیں بلکہ تمہارا ایک پردہ اور بازو ہیں، جیسے تم ان کے پردہ اور بازو ہو بلکہ دونوں میں ایک حد تک مساوی عورتوں کے بارے میں اسلام پر اعتراض اور اس کا جواب۔ اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے عورتوں پر اس بڑے اور عظیم الشان احسان کرنے اور ان

ضرورت اسلام پر سوامی دیانند کی گواہی

دنیا کی اسلام کی ضرورت کہاں تک تھی، اس کے متعلق بجائے خود کچھ کہنے کے میں سوامی دیانند کی تحریرات دوستوں کے سامنے رکھنا زیادہ بہتر سمجھتا ہوں کیونکہ مخالف کی شہادت سے بڑھ کر اور کوئی معتبر شہادت نہیں ہو سکتی الفضل ما شہدت بہ الاداعہ گواقتباسات ذرا لمبے ہیں، مگر بامرجبوری مفصل حوالہ جات دے گئے ہیں، تاکہ اس مضمون پر آئندہ بحث کی ضرورت نہ رہے، سوامی دیانند بانی آریہ سماج اپنی کتاب ستیا رتھ پرکاش سہاس گیارہ دفعہ دوم میں لکھتے ہیں کہ:-

ابتداء سے آفرینش سے لیکر پانچھار برسوں سے پہلے زمانہ تک آریوں کا عالمگیر اور پکڑ ورتی یعنی روک

زمین پر سب کے اوپر ایک ہی راج تھا پھر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ سوا یکھو راجا سے لے کر پانڈو تک آریوں کی عالمگیر سلطنت رہی بعد ازاں باہمی نفاق سے لوگ تباہ ہو گئے۔

پھر اسی سمولاس دفعہ ۳ میں لکھتے ہیں کہ:-
"کیونکہ اس دنیا میں مغرور، متکبر جاہل لوگوں کی سلطنت بہت دن نہیں چلتی اور یہ دنیا کا قدرتی میلان ہے کہ جب بہت سی بیشمار دولت ضروریات سے بڑھ کر ہو جاتی ہے، تب سستی بے ہمتی، حسد، بغض، نفس پرستی، اور غفلت بڑھتی ہے، اس سے ملک میں تعلیم و تربیت برباد ہو کر بد اوصاف اور بد مشغل بڑھ جاتے ہیں۔"

پھر دفعہ ۴ میں لکھا ہے کہ:- "اس قسم کے حوالوں سے ثابت ہے کہ ابتداء سے دنیا سے لے کر مہابھارت تک چکرورتی یعنی روئے زمین کے راجا آدے کل میں ہی ہوئے تھے۔"

پھر اسی سمولاس دفعہ ۱۱ میں لکھتے ہیں کہ جب بڑے بڑے عالم، راجہ، مہاراجہ، رشی، مہارشی لوگ مہابھارت کے جنگ میں بہت سے مارے گئے اور بہت سے مر گئے، تب علم اور ویرکت دھرم کی اشاعت بند ہونے لگی، حسد، بغض، غرور آپس میں کرنے لگے، جب برہمن لوگ بے علم ہوئے، تب کھشتری، ویشیہ، اور شودروں کے جاہل ہونے کا تو ذکر ہی کیا کرنا؟ جو قدیم سے وید وغیرہ شاستروں کے بامعنی پڑھنے کا سلسلہ تھا وہ بھی چھوٹ گیا، صرف روزی کمانے کیلئے پاٹھ ماتر برہمن لوگ پڑھتے تھے وہ پاٹھ ماتر بھی کھشتری وغیرہ کو نہ پڑھایا، کیونکہ جب جاہل لوگ گورو بن گئے، تب مکر و فریب، ادھرم بھی ان میں بڑھ گیا، برہمنوں نے سوچا کہ اپنی روزی کا بندوبست کرنا چاہیے، صلاح کر کے یہی ارادہ کرکھشتری وغیرہ کو اپدیش کرنے لگے کہ ہم ہی تمہارے معبود ہیں، بغیر ہماری خدمت کے تم کو سورگ (بہشت یا مکتی یا نجات کا) ملنا مشکل ہے۔

آگے چل کر ستیا رتھ پرکاش میں ایک قول نقل کیا گیا ہے کہ ان گمراہ لوگوں کا یہ اعتقاد ہو گیا کہ جو کچھ برہمنوں کے منہ

سے بات نکلتی ہے وہ جانو ہو ہو پریشور کے منہ سے نکلی اور کہ جو روئے زمین پر اچھی اشیاء ہیں، وہ سب برہمنوں کیلئے ہیں، جیسی اپنی خواہش ہوئی ویسا برتاؤ کیا، یہاں تک کہ ہم بھودیو ہیں، (یعنی زمین کے دیوتا ہیں) ہماری خدمت کے بدوں دیو لوگ کسی کو نہیں مل سکتا۔"

پھر دفعہ ۱۲ میں لکھتے ہیں کہ ایسے ایسے قول جو کہ سچے برہمن اور سادہ ہوں کے بارے میں تھے، وہ پوپوں نے اپنے پرگھٹائے اور جھوٹی جھوٹی باتوں سے پر کرتا بن کر ان میں رشی منیوں کے نام لکھ دیے اور ان ہی کے نام سے سناتے رہے، (اس طرح کرنے سے) ان ذی عزت رشی مہرشیوں کے نام کی بدولت اپنے پرے سزا کی قید اٹھوا دی، پھر من مانی کا رروائی کرنے لگے، یعنی ایسے سخت قاعدے بنائے، کہ ان پوپوں کی اجازت کے بغیر سونا، اٹھنا، بیٹھنا، جانا، آنا، کھانا، پینا وغیرہ بھی لوگ نہ کر سکیں راجاؤں کو ایسا یقین دلایا، کہ پوپ گن والے نام نہاد برہمن سادہ ہو چاہیں سو کریں، ان کو کبھی سزا نہ دینی یعنی ان کو سزا دینے کی دل میں خواہش نہ کرنی چاہئے جب ایسی جہالت چھائی تب جیسی پوپوں کی خواہش ہوئی ویسا کرنے لگے،

پھر دفعہ ۱۳ میں لکھتے ہیں، اس خرابی کے باعث مہابھارت کے جنگ سے ایک ہزار برس پیشتر سے شروع ہو گئے تھے، اگرچہ اس زمانہ میں رشی منی ہی تھے، تاہم کچھ سستی، غفلت، حسد، بغض کے جو بیج بوئے گئے تھے وہ بڑھتے بڑھتے بڑے ہو گئے، (آخر کار) جب سچا اپدیش نہ رہا، تب آئید ورت میں جہالت پھیلنے سے ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے جھگڑنے لگے۔"

دفعہ ۱۴ میں لکھا ہے، پھر وہ پوپ لوگ اپنی اور اپنے پاؤں کی پوجا کرانے اور کہنے لگے کہ اسی میں تمہاری بہتری ہے، جب یہ لوگ ان کے بس میں ہو گئے تب غفلت اور نفس پرستی میں غرق ہو کر گڈریے کی مانند جھوٹے گرو بن کر چلے پھرنے لگے، علم، طاقت، عقل، ہمت، بہادری، شجاعت وغیرہ نیک اوصاف سب برباد ہوتے گئے، پھر جب نفس پرستی میں ڈوبے تو گوشت شراب کا استعمال چھپ چھپ کر کرنے لگے، پھر ان ہی میں سے ایک دام مارگ قائم ہو گیا۔"

اب دام مارگیوں کے اصول سوامی دیانند کی الفاظ میں سنئے، خواہ کوئی مرد ہو یا عورت اس اوٹ پٹانگ قول کو پڑھ کر باہم سماگم (صحبت) کرنے سے وسوسہ دام مارگی گناہ نہیں مانتے، جن بچ عورتوں کو چھونا نہیں چاہئے ان کو نہایت پاکیزہ انہوں نے مانا ہے، جیسے شاستروں میں حیض والی وغیرہ عورتوں کے چھونے کی ممانعت ہے ان کو دام مارگیوں نے نہایت پاکیزہ مانا ہے ان کا اندبند شلوک سنئے۔

حیض والی عورت سے وابستہ ہونا ایسا ہے جیسا کہ پشکر میں نہانا، چنڈال کی عورت سے وابستہ ہونا گویا کاشی کی زیارت کرنا ہے، چھاری کے ساتھ تعلق کا ہونا گویا پریاگ میں نہانا ہے، دھوون کے ساتھ وابستہ ہونا گویا جودھیا کی زیارت کر کے آنا ہے، شراب کا نام تیرتھ رکھا ہے، زنا کاری کا نام پنچھی، بھیروی چکر میں دام مارگی لوگ زمین یا تختی پر ایک نقطہ مثلث یا مربع یا دائرہ بنا کر اس پر شراب کا گھڑا رکھ کر اس کی پرستش کرتے ہیں، پھر ایسا منتر پڑھتے ہیں، یعنی اسے شراب تو بہاؤں کی بددعا وغیرہ سے بری ہو جا، ایک پوشیدہ جگہ میں کہ جہاں سوائے دام مارگی کے دوسرے کو نہیں آنے دیتی وہاں عجیب و غریب طریق سے پرستش کی جاتی ہے۔

..... یہ دام مارگیوں کے عقائد اپنے اندر اس قدر مکر و ہمت رکھتے ہیں کہ اس کی تفصیل میں جانا میری طبیعت پسند نہیں کرتی، اگر زیادہ تشریح کی ضرورت ہو تو آپ سوامی دیانند کی تصنیف ستیا رتھ پرکاش کا وہ حصہ پڑھیں جس میں دام مارگیوں کے عقائد درج ہیں، ان امور کو بتلانی سے میرا مقصد صرف اس قدر ہے تاکہ لوگ اس کا بہتر اندازہ لگا سکیں، کہ اسلام کے ظہور پر نور سے قبل دنیا اخلاقی، تمدنی اور روحانی رنگ میں کن حالات سے گزر رہی تھی، اور اسلام نے دنیا میں اگر انسانی اخلاق کو کس قدر بلند کیا، اور آج جس مذہب میں بھی روحانی اور اخلاقی تعلیم مانی جاتی ہے وہ کسی نہ کسی رنگ میں اسلام کے اثر کا نتیجہ ہے، کہاں تو وہ بات کہ اسلام سے قبل دام مارگ مت کا غلامیہ پرچار ہوتا تھا اور کہاں اب یہ حالت کہ لوگ دام مارگ مت کی تعلیم پر عمل بھی کرتے ہیں تو لک چھپ کر عین میں تفاوت راہ آرکھا ست تا بہ کجا ہاں کچھ مزید آگاہی کیلئے اتنا کہہ دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ شراب کے نشہ میں اگر کسی کو وہاں سے آجاوے تو ان

میں جو کامل اگھوری یعنی سب میں سرور گنا جاتا ہے وہ
 قے شدہ چیز کو بھی کھا لیتا ہے، ان کے سب سے
 بڑے سردھ کی یہ باتیں ہیں، کہ جو ویکشت یعنی کال
 کے گھر میں جا کر بوتل پر بوتل چڑھاوے، رنڈیوں کو
 گھر میں جا کر ان سے بد فعلی کر کے سووے جو اس قسم
 کے کام بے شرم بخوف ہو کر کرے، وہی وام مارگیو
 میں سب سے اعلیٰ شہنشاہ عالم کی مانند مانا جاتا ہے
 یعنی جو بڑا بد چلن ہو وہی ان میں بڑا اور چوچھے کام
 کرے وہی چھوٹا، اس پر سوامی دیانند لکھتا ہے کہ
 اس قسم کے پاگل اور پرے درجہ کے وحشی انسان بھی
 دنیا میں بہت کم ہوں گے۔

ناظرین! آپ یہ خیال نہ کریں، کہ یہ سب کرتوتیں انہوں
 نے وید سے علیحدہ کر رکھی تھیں، نہیں بلکہ ایسی فاشنا
 تعلیم کو وہ ویدوں سے ہی ثابت کرتے تھے، چنانچہ
 سوامی دیانند کے اپنے الفاظ اس بارہ میں یہ ہیں۔
 پھر (جب) ان لوگوں کا مذہب بہت پھیلا، تب
 فریب کر کے ویدوں کے نام سے بھی وام مارگ کی
 تھوڑی تھوڑی لیدا چلائی، یعنی سوترامنی یگیہ میں شراب
 پیوے پر وکھشت یعنی یگ میں گوشت کھانے میں
 عیب نہیں، ایسے ایسے قول بھی رشیوں کی کتابوں
 میں ڈال کر کہتے ہی رشی مینیوں کے نام سے کتابیں بنا کر
 گو میدھ اشو میدھ نام کے یگیہ بھی کرانے لگ گئے تھے
 یعنی ان حیوانوں کو مار کر ہوم کرنے سے بچان اور حیوان
 کو بہشت ملتا ہے۔

وید کے معانی نہ سمجھ سکنے کے بارہ میں سوامی
 دیانند دفعہ ۱۷ میں لکھتے ہیں، "لیکن ان سچے معانی
 کو وہ جاہل نہیں سمجھتے تھے، کیونکہ جو خود غرض خیال
 والے ہوتے ہیں۔ وہ سوائے اپنی غرض پورا کرنے
 کے دوسری کچھ بھی بات نہیں جانتے اور نہیں مانتے"
 بدھ مذہب کا آغاز۔ اس بارہ میں سوامی دیانند
 کے الفاظ یہ ہیں۔ جب ان پوپوں کی ایسی بد افحالیہا
 دیکھیں اور (دوم) مردے کا ترین شرادھ ہوتا دیکھا
 (تو) ایک سخت غضبناک وید وغیرہ شاستروں کی مذمت
 کرنے والا بدھ یا جین مت رائج ہوا۔ اس کا باعث
 صرف یہ ہوا۔ اس کا باعث یہ ہوا کہ اسی ملک کے

گوکھپور کے ایک راجہ کی پیاری رانی کی وجہ سے
 جب وہ مر گئی تو وہ راجہ تارک
 ہو کر پوپوں کی قلعی کھولنے لگا۔

کیونکہ یہ پوپ لوگ اپنی سب بد افحالیوں کو وید
 سے ثابت کرتے تھے، اور بدھ نے جو سنکرت زبان
 کا فاضل، اہل تھا جس کے بارہ میں لالہ لاجپت رائے
 کے یہ الفاظ ہیں کہ وہ جنگلوں اور پہاڑوں میں جا کر گیان
 کا ذخیرہ اکٹھا کرنے لگا، ہندوستان کی درس و دیا میں
 جو کچھ تھا، اس کو اس نے مطالعہ کیا، مگر اطمینان نہ ہوا
 ویدک مت کی مذمت کرنی شروع کی، اور بقول سوامی
 دیانند (دفعہ ۲۰) ویدوں کی بھی مذمت کرنے، اس کے
 پڑھنے پڑھانے یگیو پویت وغیرہ اور برہمچریہ وغیرہ اٹھو
 کو بھی تباہ کیا، جہاں جتنی کتابیں وید وغیرہ کی پائیں ان
 کو تلف کیا، آریوں پر بہت سارے حکومت کا بھی چلایا۔

تکلیف دی۔ جب ان کو خوف و خطر نہ رہا، تب اپنے
 مت والے گزشتی اور سادہ ہوں کی عزت اور وید کے
 پیروں کی بے عزتی کرنے اور طرفداری سے سزا بھی
 دینے لگے، اور خود عیش و آرام اور غرور میں ہو بھول کر
 پھرنے لگے، (شودیو سے لیکر مہا بیر تک اپنے تیر تھن کر
 کے بڑے بڑے بُت بنا کر پرستش کرنے لگے) یعنی پانچ
 وغیرہ مورتی پوجا کی بنیاد جنیوں سے پھیلی، پریشور کا
 ماننا کم ہوا، پتھر وغیرہ مورتی پوجا میں مصروف ہوئے
 ایسی تین سو برس تک آریہ ورت میں جنیوں کی سلطنت
 رہی، بہت لوگ وید کے علم وغیرہ سے ناواقف ہو
 گئے تھے، اس بات کو اندازاً اڑھائی ہزار برس گزرے ہوئے
 شکر اچاریہ کا ظہور۔ سوامی دیانند کے الفاظ اس
 بارہ میں یہ ہیں۔ دفعہ ۲۱ - ۲۲ سو برس ہوئے کہ ایک
 شکر اچاریہ دراور ملک میں پیدا شدہ برہمن برہمچریہ ہی
 دیا کرن وغیرہ سب شاستروں کو پڑھ کر سوچنے لگے، کہ
 آج سچے پریشور کے مقتدر وید مت کا چھوٹنا اور جین
 پریشور کے نہ ماننے والے مت کا رائج ہونا بڑے
 نقصان کی بات ہوتی ہے، اس کو کسی طرح رفع کرنا چاہیے،
 مگر آپ شکر اچاریہ کا مذہب سوامی دیانند کے الفاظ
 میں ملاحظہ کیجئے، چنانچہ وہ اسی سمولاس گیارہ دفعہ ۲۱
 میں لکھتا ہے "شکر اچاریہ کا مت تھا کہ ازلی سردھ

ہو یا تھا ہی دنیا کا صانع ہے، یہ دنیا اور جو چھوٹا ہی
 کیونکہ اس پریشور نے اپنی مایہ سے دنیا بنائی وہی
 پرورش اور فنا کرنے والا ہے اور یہ جیو اور پریش
 خواب کی مانند ہے، پریشور خود ہی سب جگت روپ
 (شکل عالم) ہو کر لیل (کھیل) کر رہا ہے" یعنی بالفاظ
 دیگر شکر اچاریہ روح مادہ کی قدامت کا منکر اور ہمہ
 اوست کا قائل تھا، جو کہ دیانندی مت کے صریح مخالف
 اعتقاد ہے۔ گویا کہ شکر اچاریہ نے بڑے غور و
 خوض کے بعد وید کا جو اعتقاد دنیا پر ظاہر کیا وہ موجود
 ویدک مت کے قطعی مخالف تھا، مگر سوامی دیانندی
 کو وید مت بیان کرتا تھا، اور اس کے اعتقاد میں ہی
 وقت سے یگیو پویت ہونے لگے، اور ویدوں کی درس
 تدریس نے رواج پکڑا، دس سال کے اندر سارے
 آریہ ورت ملک میں گھوم کر جنیوں کی تردید اور ویدوں
 کی تائید کی۔

بقول سوامی دیانند شکر اچاریہ کے پہلے شومت
 بھی تھوڑا سا رائج تھا، (اس نے اس کی اور وام مارگ
 کی بھی تردید کی۔

بقول سوامی دیانند شکر اچاریہ کے پہلے شومت
 بھی تھوڑا سا رائج تھا، (اس نے اس کی اور وام مارگ
 کی بھی تردید کی۔

شومت کا زور۔ بقول سوامی دیانند (دفعہ ۲۲)
 سمولاس گیارہ) شکر اچاریہ کے تین سو برس پہلے
 او جین شہر میں وکرم ادیتہ راجہ کچھ اقبال مند ہوا اور
 مہاراجہ وکرم ادیتہ سے لیکر شوو کا زور پڑھتا گیا،
 اب ذرا سوامی دیانند کے الفاظ میں شوو کے اعتقاد
 ملاحظہ کیجئے، جن میں آپ بھی اشارہ شامل رہ چکے
 ہیں، لکھتے ہیں۔ وام مارگی دیوی کی عبادت کرنے
 والے ہوئے، گویا کچھ عرصہ مہاراج سوامی دیانندی
 شو مہادیوی کی پرستش کرتے رہے ہیں اور سننے یہ دونوں
 رود اکھش اور بھسم (خاک) آج تک لگاتے ہیں۔
 لیکن جتنے وام مارگی وید کے مخالف ہیں، ویسے شو
 نہیں ہیں، ان کا یعنی شوو کا اعتقاد ہے کہ جس
 کے ماتھے پر بھسم اور گلے میں رود را کھش نہیں ہے
 اس پر لعنت ہے، اس کو چنڈال کی مانند ترک کرنا
 چاہئے، جو گلے میں بتیں، سر میں چالیں، چھچھ کانوں
 میں، بارہ بارہ ہاتھوں میں، سولہ سولہ بازوؤں میں، ایک
 چوٹی میں اور چھاتی پر ایک سواکھ رود را کھش پہنتا ہے وہ

ہو ہو مہادیوی کی مانند ہے (باقی آئندہ)

ہندوستان پر مسلمانوں کے احسانات

جناب سر جادوناٹھ صاحب سرکار کے ایک بلند پایہ انگریزی مضمون کا ترجمہ

مترجمہ جناب مولانا ابو محمد امام الدین صاحب

ہم عام طور پر ہندوستان کی جو تاریخ پڑھا کرتے ہیں اس میں ہمیں اپنے ملک اور قوم کی روح نہیں ملتی، اس قسم کی درسی کتابوں میں ہندو، بودھ، مسلمان اور انگریز ان چاروں زمانوں کی تاریخ اس طرح علیحدہ علیحدہ مرقوم رستی ہے جس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایک عہد کو تباہ کر کے اس کے تمام آثار کو مٹا کر دوسرے عہد کا آغاز ہوا، اور دوسری قوم نے ملک پر اپنا تسلط قائم کیا، پہلے عہد کا اثر، پہلے عہد کا عطیہ بعد کے عہد کی تاریخ میں بالکل باقی نہ رہا، گویا یہ ہندو قوم ہر دور کے آخر میں مگر کھر سے پیدا ہوتی ہے۔

لیکن یہ خیال صحیح نہیں، تاریخ کی حقیقی تعلیم اس کی بالکل برعکس ہے، عہد بعد ہندوستان کی وہ ایک ہی روح، ایک ہی قومی خصوصیت داعی و رعایا، مذہب و زبان کے بشمار انقلابات کے درمیان سے گزر کر زندہ صورت میں آگے بڑھتی رہی ہے، ظاہری صورت میں تبدیلی ضرور ہوتی ہے لیکن اس پر موت واقع نہیں ہوتی ہے اسکی روح کا انعام نہیں ہوتا، ہزاروں برس کے سیکڑوں سیاسی اور مذہبی انقلابات سے گزر کر ہندوستانی قوم کی روح اور شخصیت کس طرح زندہ رہ کر حرکت پذیر رہی ہے، ہر عہد سے، ہر حکمران قوم سے ہندوستانی قوم نے کس طرح جسمانی و ذہنی استحکام حاصل کیا ہے، ہندوستان نے کیسے اس عہد کے عطیات کو اپنا کر منقلب عہد کے عطیوں کے ساتھ مر لوٹ کر دیا ہے اور اس کے نتیجے کے طور پر آج ہم جس ہندوستانی قوم کو دیکھ رہے ہیں وہ کس طرح اپنی اس موجودہ حالت تک پہنچی ہے، اس ہندوستانی قوم کے اخلاق کی خصوصیت اور خوبی تہذیب اور ہنر کی عملی ترقی کو دکھانا ہی تاریخ کا حقیقی مقصد ہے۔

جس طرح ہر انسان کے بچپن، جوانی اور بڑھاپے میں ایک ہی جسم، ایک ہی دل، اور ایک ہی روح موجود رہتی ہے اور جس عمر میں اس نے جیسی غذا کھائی ہے، جیسا کام کیا ہے

جیسی فکر کی ہے، جن جن ملکوں میں اس نے سکونت کی ہے ان کی آب و ہوا کا اثر اس کے جسم سے ظاہر ہو رہا ہے، اسی طرح ہندو، بودھ، مسلمان اور انگریز عہد میں جو واقعات ہوئے تھے جو ذہنیت اور تہذیب پھیلی ہوئی تھی، اس کو دفعۃً زوال نہیں ہو گیا، اس کے اہم اجزاء کا لازماً اثر ہندوستان کے قومی اخلاق و افکار میں باقی رہ گیا ہے۔

جس طرح ایک انسان کی پیدائش سے لیکر موت تک ایک ہی طرح کی شخصی خصوصیت قائم رہتی ہے، اسی طرح ہندوستان میں بسنے والے انسانی گروہ کی بھی ایک شخصیت ہے، جو نہایت قدیم آریہ عہد سے شروع ہو کر گونا گونا گون انقلابات کے درمیان مسلسل طور پر غیر منقطع صورت میں چلی آتی ہے اور جس کا آخری نتیجہ اس وقت ہم لوگ ہیں۔

نہ معلوم زمانے سے گرداب زمانہ کی لہر میں پڑ کر نہ جانے کتنی قومیں ہندوستان میں آئیں، اور آباد ہو گئیں، ابتدا میں ان اقوام میں جو امتیاز و اختصاص پائے جاتے تھے وہ بتدریج ہندوستان کی آب و ہوا، دیو پ، بارش، چاول، روٹی وغیرہ کے اثرات سے زائل ہو گئے اور ان سب پر ہندوستانی آب و رنگ چڑھ گیا، خواہ آریہ ہندو کہئے، خواہ سید، خواہ عیسائی، پرتگیز کہئے۔ جن قوموں نے مستقل طور پر اس ملک کو اپنا وطن بنایا وہ سب کی سب ایک قلیل التعداد پارسی قوم کو چھوڑ کر آج اپنے پیدائشی ملکوں کے خون کی اصلیت کو کھو چکی ہیں، اور ایک مشترک ہندوستانی قوم بن چکی ہیں، مختلف ممالک اور اقوام آئے ہوئے اس انسانی گروہ پر ملک کے اثر سے جو آب و رنگ چڑھ چکا ہے اور وہ یہاں رہتے ہوئے عملاً جو ایک خاص قوم اور ایک خاص تہذیب کا جزو اور حصہ دار بن کر اپنی قدیم غیریت کو کھو چکا ہے اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

جو ازلی صاحب نے ہندوستان کے قومی اتحاد کو ناممکن بتایا ہے۔ انہوں نے بھی اس بات کو قبول کیا ہے کہ غیر ملکی

سیاح ہندوستان میں اگر مختلف صوبوں کی مختلف قوموں کے اندر زبان، مذہب، صورت، جماعتی طور و طریق، رسم و رواج میں طرح طرح کے اختلافات دیکھتے ہوئے بھی اس بات پر مارک کے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ہمالیہ سے لیکر اس کمارتی تک تمام ملک کے چپے چپے میں موجود ایک ناقابل بیان زندگی کا اتحاد پایا جاتا ہے، ایک عام ہندوستانی اخلاق اور عام ہندوستانی وجود قائم ہے، لیکن اس کے اجزاء کو جدا کر کے دیکھنا ممکن نہیں ہے، یہ عام ہمہ گیر ہندوستانی خصوصیت ابتداء کے زمانہ ہی سے مرتب ہوئی ہے لیکن کسی عہد میں اس کا کلیۃً انعام نہیں ہوا ہے۔

چار زمانوں میں چار اقوام کے عطیات اس زمانہ کے ہندوستانیوں کا یہ مشترک وجود خصوصیت کے ساتھ چار قوموں کا عطیہ لیکر قائم ہوا ہے، حقیقت میں وہ قومیں ہی عہد اور ہندوستانی قسمت کی بنیاد ہیں، جس طرح معدنی اشیاء پر کیمیاوی دواؤں کا اثر ہوتا ہے اسی طرح ان کا اثر ہمارے خون میں کام کر رہا ہے، وہ قومیں تھیں (۱) ویدک آریہ (۲) بودھ (۳) مسلمان (۴) انگریز ان میں سے ہر قوم نے اس ملک میں ایک جدید شے ایک جدید قوت کا اضافہ کر دیا ہے، جس نے قدامت کے ساتھ ملکر قدیم ہندوستان کی صورت کو تبدیل کر دیا ہے اور انقلاب پذیر زمانے میں خود بھی اپنی صورت بدل کر باقی رہ گئی ہے، کسی عہد میں، کسی قوم یا مذہب کے خاص عطیہ کو ہندوستان نے ضائع نہیں کیا، یہی چیزیں آج ہندوستانی قوم کا سرمایہ ہیں۔

آریہ اور بودھ زمانے کے ہندوستان کے متعلق اہل علم نے بہت کچھ نقد و تبصرے کئے ہیں، ان کے متعلق میں یہاں کچھ نہ کہوں گا، میں صرف اس امر پر غور کروں گا کہ مسلمان عہد میں ہندوستان نے کون سی نئی چیز حاصل کی اور اس کا کتنا حصہ اب تک موجود ہے۔

ڈیرہ سو سال سے کچھ زیادہ ہوئے، اس ملک میں مسلمانوں کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا، لیکن انگلش عہد کے ہزاروں زبردست تغیرات کے درمیان بھی مسلمان عہد کا عطیہ کتنا باقی رہ گیا ہے، اور انگریز حکمرانوں نے اس کا کتنا حصہ اپنا لیا ہے، اس پر غور کرنے کے بعد تعجب کے بغیر نہیں رہا جاتا۔

ہندوؤں کی سماجی سکونت اور اس کی قدرتی صورت

مسلمانوں کے قبل اور بھی متعدد غیر ملکی اور غیر مذہبی قومیں ہندوستان میں آکر آباد ہو گئی تھیں، مثلاً گریک، شک، پارسی، منگولین وغیرہ، لیکن ان کی اولاد وہی تین پشتوں کے بعد ہندو سوسائٹی میں پورے طور پر جذب ہو گئی، اور انہوں نے ہندو نام سے ہندو زبان، ہندو لباس و زیور، ہندو مذہب اور ہندو خیال کو قبول کر لیا، ایک طرف تو یہ ہوا اور دوسری طرف ہندو قوم اور ہندو مذہب نے ان سب اقوام کے ذریعہ آئی ہوئی رسم اور عبادت کے ساتھ ایک طرح کا سمجھوتہ کر کے کچھ کو تو اپنا لیا اور باقی پر ہندوستان کی مہر لگا دی، دوسرے نفلوں میں اسے ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ ہندو فرقہ ہمہ گیر اشتراکِ اتحاد کا ایک زبردست آلہ ہے، سنہ عیسوی سے ڈیڑھ سو سال قبل "جرری یو ڈوٹس" شاہ یونان آستان کیدس کے سفیر کی حیثیت سے ہندو فرماں روا بھاگ بھدر کے دربار میں آیا تھا اسٹائے راہ میں شہر "وےس" میں جو صوبہ مالوہ میں واقع تھا، وشنو کی پوجا کی، اور ایک ستون قائم کیا جس پر گدھ کا مجسمہ بنا ہوا تھا، اس کے لوح پر اس نے اپنے کو "بھاگوت" یعنی وشنو لکھا ہے، اس طرح ایک یونانی سفیر از خود ہندو بن گیا لیکن مسلمانوں کی فتح کے بعد اس طرح کے اتحاد و انجذاب کا خاتمہ ہو گیا، ہندو مذہب اسلام کو اپنا کر مسلمان فرقے کو اپنے اندر ملا نہ سکا، نہ اسے ہندوستان کا جزو بنا سکا، اس کا مذہب تھا، اسلام کا بنیادی عقیدہ توحید، اسلام اور مسیحی مذہب کی تخلیق یہودی مذہب سے ہوئی ہے اور ان تینوں مذاہب میں خدا وحدہ لا شریک نہ زندہ اور زندہ اور اوتھ سے پاک بتایا گیا ہے، یعنی اللہ یا ایشور کے ساتھ وہ کسی دیوی دیوتا کی پرستش پسند نہیں کرتے۔

ہندوؤں کی تو بات ہی کچھ اور ہے وہ ۳۳ کروڑ دیوی دیوتاؤں کی تو پوجا کرتے ہی ہیں، ان کے ساتھ اللہ، محمد، عیسیٰ کے نام سے دو تین دیوتاؤں کو اور شریک کر دینا ان کیلئے مشکل نہیں تھا، غیر آریہ اور بودھوں کے کتے دیوتا اور دیوتاؤں کے نامین ہندوؤں کے دیوتاؤں کے ساتھ مل گئے، مگر مسلم فرقہ کسی حالت میں متعدد خداؤں کے ماننے کیلئے تیار نہیں ہوا، ہندوؤں نے بہت سی کوششیں کیں "اوپنی شت" نام سے سنسکرت میں کتاب تصنیف کی، اکبر شاہ کو "یگ ترا تا" "جہاں پناہ" کہہ کر پوچھا

شروع کیا، علاوہ ازیں اگر ضرورت ہوتی تو وہ عرب کے دیوتاؤں کو ماننا، مشنر وغیرہ اچاریوں کی طرح بھی مان لیتے، لیکن مسلمانوں نے کسی صورت میں بھی اسلام کے بنیادی عقیدہ کو چھوڑ کر ہندو مذہب کے ساتھ اتفاق و اتحاد نہیں کیا، قرآن میں سب سے گہنی نجس شخص کعبے میں داخل نہیں ہو سکتا، متعدد مجبوروں کے پرستار نجس ہیں، اسلوجہ سے ہندو فرقہ اسلام کو جذب نہ کر سکا۔

اس لئے ہندو اور مسلمان ایک ہی ملک میں سو سو برس تک سکونت رکھتے ہوئے بھی جماعتی زندگی میں متحد نہ ہو سکے، ہندوستان مسلمانوں کے دل کا دروازہ ہندوستان کی طرف تو بند رہا اور باہر کی طرف کھلا رہا، اس وقت تک بھی وہ عبادت کے وقت ملک کی طرف رخ کر لیا کرتے ہیں، ان کے افکار، آئین، قانون، طرز حکومت، ادب و اخلاق وغیرہ ہندوستان کے باہر سے حاصل ہوتے ہیں، ان کا خاص سرچشمہ تہذیب عرب، شام، فارس اور مصر میں تھا، نہ کہ ہندوستان میں، ہندوؤں کا کامل نقطہ نگاہ تمام تر اخلاق، سارا مرکز خیال ہندوستان ہی میں محدود ہے، مسلمانوں کی مذہبی زبان، ادب، ائمہ، مشائخ، صوفیہ اور ائمہ مقدسہ دنیا بھر میں عام ہو کر ایک بنے ہوئے ہیں اور وہ ہندوستان کے باہر کی چیزیں ہیں۔

مسلمانوں کے زمانے کا عظیم
مسلمانوں کے عہد حکومت میں ہندوستان کو دس فوائد حاصل ہوئے،

- (۱) بیرونی دنیا کے ساتھ تعلقات، ہندوستان کی جدید طاقت کی تنظیم اور سمندر پار غیر مالک سے تجارت۔
- (۲) ہمہ گیر شہنشاہیت کے نتیجے کے طور پر ہندوستان بھر میں عموماً اور آریہ ورت یعنی ہندھیا چل پہاڑ کے شمالی علاقوں میں خصوصاً قیام امن۔
- (۳) تمام ملک میں ایک ہی قسم کے طرز حکومت اور ایک ہی حکمران کے اقتدار کے باعث جمہور کے طور و طریق، کاروبار، تجارت، ظاہری زندگی، نیز کچھ کچھ ان کے خیالات میں بھی اتحاد۔
- (۴) ہندو اور مسلمانوں میں مساوی طور پر اعلیٰ اور اوسط طبقوں کے درمیان معاشرتی طور و طریق اور خیال وغیرہ میں ایک ہی اصول کی پیروی۔
- (۵) مغل فن تصویر کی تخلیق، اس سے قدیم ہندو (اجنات)

طرز تصویر اور ملک چین سے لایا ہوا جدید طرز ایک میں مل جل ان کی آمیزش اور باہمی تبدیلی کے نتیجے کے طور پر ایک جدید طرز جمیل کا آغاز ہوا، ہندو عنوانات کو لے کر مغل طرز تصویر میں جو نمونے وجود میں آئے انہیں راجپوت طرز کی تصویر کہتے ہیں۔

فن تعمیر میں تو مسلمانوں کے کارنامے لازوال صوت میں موجود ہیں، ہندو راجاؤں نے بھی ان کی پیروی کی ہے۔ علاوہ بریں کتے جدید قسم کے ہنر جیسے شال، کچھاب، ململ اور غالیچہ بننا، پتھر جڑنا یا دوسری دھاتوں پر سونا چاندی کا کام کرنا وغیرہ وجود میں آئے۔

(۶) عوام کے استعمال کیلئے ایک کارآمد روزبان کی پیدائش، یہ لشکر گاہ کی زبان تھی، جس میں ترک اور پٹھان ہندوستانی دوکاندار، نوکر چاکر، سفیر وغیرہ سے بات چیت کیا کرتے تھے، فارسی میں اسے "ہندوی" یعنی ہندوستانی زبان کہا کرتے تھے، چنانچہ اسی کا موجودہ نام ہندوستانی اور جنوبی ہند میں ریختہ ہے، لیکن اس زبان میں کئی صدی تک شمالی ہند میں کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی، سرکاری پرچوں میں، حساب کتاب میں، یا عدالت کے فیصلے میں اس کو استعمال نہیں کیا جاتا تھا، ان سب کاموں میں فارسی زبان استعمال کی جاتی تھی، تمام ہندو مسلمان افسروں میں حتیٰ کہ متعدد باجگزار ریاستوں میں بھی فارسی زبان رائج تھی اس زمانے میں سرکاری کاموں کے انجام دینے کیلئے دفتری زبان صرف فارسی ہی تھی، قومی اتحاد کا ایک سبب یہ بھی تھا۔

- (۷) دوسری طرف سنسکرت کے استعمال کے معدوم ہوجانے کی وجہ سے اسلامی حکومت کے امن و اقتدار کے نتیجے کے طور پر ہندی، بنگلہ، مرہٹی وغیرہ نئی نئی زبانوں میں سلسلہ تصنیف شروع ہوا۔
- (۸) ہندو سوسائٹی میں فرقہ موحدین کا وجود اور ویدک صوفی مذہب کی ترویج۔
- (۹) تاریخ کی ترتیب و تدوین۔
- (۱۰) فن حرب اور تہذیب و تمدن کے تمام شعبوں میں عام اچھائی اب ان عنوانات پر ذرا تفصیل سے روشنی ڈالنے کی کوشش کروں گا۔

ہندوستان کا بیرونی دنیا کی ساتھ از سر نو تعارف

بودھ عہد کے زور پاتے تک ہندوستان کے ساتھ

422



امرت دھارا

تھارے لئے دولت صحت بخشی ہے

اگر یہ جبروتِ امرت دھارا آپ کے گھر میں موجود ہے تو آپ کو صحت
کے لئے بے فکر رہنا چاہئے کیونکہ یہ آپ کی تمام بیماریوں اور آگسائی
آفتوں کا ہمیکہ کرتی ہے اور آپ کو تندرستی اور زندگی بخشتی ہے

امرت دھارا

دنیا کی دوا

کیونکہ

ہر قسم کی دردوں اور تکلیفوں کو ختم کرتی ہے، خواہ وہ بچوں کے نفسی ہوں یا ارگ و ریشوں
کے عقلی سرور۔ جانتے ہو کہ ان درد پریش و تشنج گشتیاریج و عیو کوئی بیماری
اس کے سامنے ذرا بھی نہیں ٹھہر سکتی۔

انفہام اثراتِ امرت دھارا پر ایک نیا اور اسی بانی بیماریوں کو مرخص سے اٹھا رہی ہے تمام نباتاتی
اور پریمی جانوروں کے روبرو یہ دوا کا کام کرتی ہے جلد کی بیماریوں مثلاً پھرڑے
جھنسی پھل، داد اور زخموں پر کاری اثراتی ہے۔

امرت نامی دوا جو ہر قسم کی بیماریوں کو ختم کرتی ہے اور اس کے لئے ایک نسخہ لکھا گیا ہے
المنت

ہر امرت دھارا دوا دلیہ امرت دھارا دلیہ امرت دھارا دلیہ امرت دھارا دلیہ امرت دھارا دلیہ

اور مشرقی ایشیائے متحدہ ممالک
کا زبردست تعلق تھا، لوگوں
کا آنا جانا، تجارتی چیزوں،
اور کتابوں کا باہمی لین دین
یہاں تک کہ غیر ممالک میں
نوا آبادیوں کا قیام بھی
بے روک ٹوک جاری
تھا، لیکن ہونوں کے
آخری زوال کے بعد
آٹھویں صدی میں
نوبیدار ہندو مذہب اپنی
اصلاح میں مصروف ہو گیا
اس نے ہندو قوم کو نئی
صورت میں منظم کر کے اس
تہایت سخت قیود میں جکڑ
دیا، جس سے ممالک غیر کا
مکمل مقاطعہ ہو گیا، اور قوم
کے اعضاء میں جدت کی
آئینہ نش یا کسی قسم کی تبدیلی
سرے سے محضیت

اور بد مذہبی سمجھی
جانے لگی، اس وقت
ہندو قوم بڑی حد

تک جماد بن گئی اور اس
نے اپنے ملک کی جغرافیائی
حدود کے اندر اپنی نگاہ کو
اس طرح محدود کر لیا، کہ گویا
ہندوستان کے باہر کوئی
ملک ہی نہیں ہے۔

لیکن مسلمانوں کے
ہندوستان فتح کرنے کے
بعد ہندوستان کا لاکھوں
ہندو رہ سکا، اور دوسرے

ملکوں کے ساتھ از سر نو اس کا سلسلہ درآمد و برآمد جاری ہوا، لیکن پودھوں کے زمانے میں جس طرح ہندوستان — عالم، سیاح، تاجر، تیز فوادی قائم کرنے
والے غیر ملکوں میں گئے تھے، اس طرح مسلمانوں کے عہد میں کوئی ہندوستانی ہندو باہر نہیں گیا، ان کی بجائے گئے بہت سے ہندوستانی مسلمان اور آئے ہندوستانی مسلمان۔

(باقی پھر)

حکمت کے ترسی

(۱) جنگ میں وہ مرنے میں جو صلح میں ہے (۲) جیتے وہی ہیں جو جینا جانتے ہیں (۳) زندگی کا لطف تنوع اور جدت میں ہے (۴) قدامت جدت سے ہمیشہ برسرِ بیکار رہتی ہے (۵) ترقی اور قدامت پسندی میں میر ہے (۶) افضل شکر یہ وہ ہے جو عملی ہو (۷) لفظی شکر یہ محسن کو احسان پر اس قدر نہیں اٹھارتا جس قدر عملی شکر یہ! (۸) دوسروں کے لئے مرنے اپنے لئے زندہ رہنے سے بہتر ہے (۹) زندہ وہی رہتے ہیں جو دوسروں کے لئے مرتے ہیں (۱۰) دنیا ایک میدان کارزار ہے جہاں کمزوروں کا بچنا محال ہے (۱۱) دنیا جو انوں کیلئے ہے (۱۲) دنیا جو انوں کو پکارتی ہے اور بڑھوں کو دھتکارتی ہے (۱۳) راحت میں وہی ہے جس کو راحت کی تمنا نہیں (۱۴) مصیبت میں بھی بہت سی لذتیں ہیں (۱۵) انتقام دشمنی کی آگ کو بجھاتا نہیں بلکہ اور بھڑکاتا ہے (۱۶) کم بولنا کم علمی کی علامت نہیں اور نہ بسیار گوئی دانشمندی کی (۱۷) دماغی ترقی غور و فکر پر منحصر ہے (۱۸) سوچ بچار سے دماغ کی ورزش ہوتی ہے، جو اس کی ترقی کا باعث ہے (۱۹) ہر چیز جو انسان کیلئے مسرت پیدا کرتی ہے میرے نزدیک دولت ہے (۲۰) قسمت پر بھروسہ کر کے بیٹھ رہنا جہالت ہے، اور اس سے بڑھ کر جہالت یہ ہے کہ انسان ہر کوشش کے بار آور ہونے کی امید رکھے (۲۱) کامیاب گریستی وہی ہے جو گریست کے دھندوں سے اچھی طرح آگاہ ہے (۲۲) گھریلو زندگی اتنی آسان نہیں جتنا کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے، (۲۳) جو شخص قسمت سے مدد کی توقع رکھتا ہے اور خود اپنی مدد نہیں کرتا، قسمت اس کی کوئی مدد نہیں کرتی (۲۴) کھرایا کھوٹا آزمائش کے موقع پر پہچانا جاتا ہے (۲۵) غریب کھاتا ہے اور سرمایہ دار کھاتا ہے (۲۶) بیکار بیٹھنے سے کچھ کرنا اچھا ہے (۲۷) دائم الریض اور ناکارہ اولاد پیدا کرنے سے لاا ولد رہنا بدرجہا اچھا ہے۔ (۲۸) پیش از وقت تھوڑی سی دوراندیشی بعد کی بہت سی پشیمانی سے بہتر ہے۔ (۲۹) نہ

ہر خوش پوش شریف ہوتا ہے اور نہ میلے کپڑے پہننے والا ذلیل (۳۰) ہر انسان انسان نہیں ہوتا، انسان کی صورت میں بہت سے حیوان بھی موجود ہیں (۳۱) دولت کی حرص نخیل بنادیتی ہے (۳۲) ہر شخص جو بظاہر نیک معلوم ہوتا ہے اس کا نیک ہونا یقینی نہیں ہوتا، کیونکہ بہت سے بھیڑیے بھی بھیڑ کے لباس میں چھپے ہوتے ہیں (۳۳) نیکیوں کی اصلی قدر تب معلوم ہوتی ہے، جب بدوں سے واسطہ پڑے۔ (۳۴) بد خو جو رو سے بے جو رو رہنا بدرجہا زیادہ آرام دہ ہے (۳۵) جھوٹے آدمی کی دوستی پر کبھی اعتبار نہ کر کیونکہ جھوٹا آدمی اکثر دوستی میں بھی جھوٹا ہی ثابت ہوتا ہے (۳۶) شریر کا دوست اس کی شرارت سے بہت کم بچ سکتا ہے، (۳۷) جو شخص جلد دوستی پیدا کر لیتا ہے وہ جلد توڑ بھی دیتا ہے (۳۸) جن لوگوں کو دنیا بڑے آدمی سمجھتی ہے ان میں سے اکثر بڑا اکلانا نہ کے مستحق نہیں ہوتے (۳۹) دشمن پر قابو پانا اس قدر مشکل نہیں، جب قدر اپنے نفس پر قادر ہونا (۴۰) مصیبت پڑنے سے پہلے سمجھ لے کہ مصیبت پڑنے پر تو اکیلا ہی رہ جائے گا (۴۱) مصیبت دوستی کی کوٹی ہے اور فارغ البالی ایمان کی (۴۲) تکلف میں تکلیف ہے اور سادگی میں آرام (۴۳) ان دنیا داروں کے لئے دنیا آرام کی جگہ ہے، جو قناعت کی دولت سے مالا مال ہیں (۴۴) حریص کی حرص اس کے اطمینان قلب کو کھودیتی ہے (۴۵) نیکی پر نیکی کیلئے کار بند ہو، اس کے انجام پر نگاہ نہ رکھ اور بدی کو بدی کیلئے چھوڑ اور اس کے انجام پر نگاہ رکھ (۴۶) احسان کر کے جملانا احسان نہ کرنے سے کچھ اچھا نہیں (۴۷) احسان کا بدلہ اتارنے کی خواہش اور کوشش کرنا احسان کرنے سے کچھ کم نہیں (۴۸) لیت و لعل کے بعد مزدوری ملنے سے مزدور کو اس سے کچھ کم اذیت نہیں ہوتی، جتنی اسے مزدوری نہ ملنے سے ہوتی ہے (۴۹) کسی کو صاف جواب دیدینا اس سے کہیں بہتر ہے کہ تم اسے انتظار میں رکھو (۵۰) نوکری غلامی سے کچھ ہی بہتر ہے (۵۱) بہت سے انسان بڑے ہو کر بھی انسان نہیں بنتے (۵۲) بچے اور جوان اسی بزرگ کی عزت کرتے ہیں، جو عزت کرنا جانتا ہے (۵۳) دکھ پہننے والے پر سے دکھ گزر جاتا ہے، مگر دکھ دینے والے کا نامہ اعمال سیاہ رہتا ہے۔ (۵۴) بدکردار کی بدکرداری اس کی ہلاکت کیلئے کافی ہے، (۵۵) بداصل پر اعتبار کرنا

بے وقوفی ہے (۵۶) آزمائش کے وقت سچ بولنا ہر کسی کا کام نہیں (۵۷) جہاں سچ بولنے پر آفت کا اندیشہ ہو، وہاں سچ بولنا بہت بڑی جوانمردی کا کام ہے (۵۸) کسی موقع پر خاموش رہنا بھی اتنا ہی قابل تحسین ہوتا ہے، جس قدر آزمائش کے موقع پر بولنا (۵۹) تھوڑی سی خوراک جو جیاب کا رکھائی جائے اس بہت سی خوراک سے بہتر ہے جو نگلی جائے۔ (۶۰) تھوڑا سا مطالعہ جو غور و فکر کے ساتھ ہو اس بہت سے مطالعہ سے زیادہ مفید ہے جو بے توجہی سے کیا جائے (۶۱) اپنے تھوڑے سے عیوب کا علم دوسروں کے بہت سے عیوب کے علم سے زیادہ نافع ہے (۶۲) محسن کے احسان کی طرف خیال رکھو، اس کی اس بدی کی طرف نہ دیکھو، جو اس سے سہواً یا قصداً ہو گئی ہو (۶۳) جس نے تم پر بہت سے احسان کئے ہوں، اس کی تھوڑی سی بدی کا انتقام لینے کی کوشش نہ کرو (۶۴) انتقام نہ لینا دشمنی کی آگ کو ٹھنڈا نہیں تو دھما ضرور کر دیتا ہے (۶۵) مناسب موقع پر فائدہ نہ اٹھانا اور بعد میں پچھتانا دونوں حماقت میں داخل ہیں (۶۶) حریص پر دنیا تنگ ہے (۶۷) چالاک لوگ ہمیشہ دوسروں کی جہالت اور مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہیں (۶۸) ہر حالت میں سچ پر وہی شخص قائم رہ سکتا ہے، جو سچائی کیلئے ہر قسم کی قربانی کرنے پر آمادہ ہو (۶۹) جاہل کی جہالت اس کو اس قدر نقصان نہیں پہنچاتی، جو قدر دانوں کا علم (۷۰) کھلے روشن اور سہوار مکان میں رہنا صحت کا ضامن ہے (۷۱) لطف زندگی صحت پر موقوف ہے (۷۲) غصہ ایسا شیطان ہے کہ محبت پر بھی غالب آجاتا ہے (۷۳) مصیبت کی آمد سے پہلے مصیبت کیلئے تیار ہونا مصیبت کو بہت کچھ ہلکا کر دیتا ہے (۷۴) دولت بڑائی نہیں، ہاں اس سے بڑائی حاصل کی جاسکتی ہے (۷۵) بڑائی دولت میں نہیں بلکہ نیکی میں ہے (۷۶) نیک کو بڑا بننے کی ضرورت نہیں، نیکی خود اس کو بڑا بنادیتی ہے (۷۷) اچھے سے اچھا انقلاب بھی اپنے ساتھ بہت مصیبتیں لاتا ہے (۷۸) احتیاط بہت سے دکھوں سے بچا لیتی ہے (۷۹) دولت کی محبت دیانتداری اور خدا ترسی کی آنکھ کو اندھا کر دیتی ہے (۸۰) اکثر دنیا داروں کے

ضروری اعلان

اجاب کی اطلاع کیلئے اعلان کیا جاتا ہے کہ آئندہ پنجاب اسمبلی کے ممبران کے انتخاب میں حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب تحصیل بٹالہ کے دیہاتی حلقہ کی طرف سے بطور امیدوار کھڑے ہونگے تمام اجاب کو جن کا اس حلقہ میں اثر ہو، اپنے اثر اور رسوخ کو صاحبزادہ صاحب موصوف کی کامیابی کیلئے استعمال کرنا چاہئے۔ (ناظر امور عامہ)

کانچ پر تصویر کھینچنے کا طریقہ
کانچ کے جس برتن پر تصویر بنانا ہو اس برتن کو صاف کر کے اس پر موم لپیٹ دو اب اس پر حسب پسند تصویر کھینچ لو، بعد کو اس تصویر پر ہائیڈرو کلوڈرک ایسڈ تھوڑا تھوڑا ڈالو۔ سوکھنے کے بعد پانی سے دھو ڈالو تو بہت عمدہ تصویر نکل آئے گی۔

وصایا

وصیت نمبر ۴۵۹۹

منکد محمد یعقوب (مولوی فاضل) ولد مولوی فخر الدین صاحب پندرہ قوم قریشی پیشہ ملازمت، عمر ۲۸ سال پانچ ماہ تاریخ وصیت پیدائشی احمدی ساکن قادیان ضلع گورداسپور بھائی ہوش و خواں بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲۴ جولائی ۱۹۳۶ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں، میری اس وقت حسب ذیل جائداد ہے، ایک مکان واقعہ محلہ دارالفضل جس کی کل قیمت ۱۰۰۰/- روپیہ ہے مگر وہ ایک ہزار روپیہ میں صدر انجمن احمدیہ قادیان کے ہونے پر وینڈنٹ فنڈ کے پاس رہن ہے، اس لئے میرا گزارہ اس جائداد پر نہیں، بلکہ ماہوار آمد پر ہے جو کہ اس وقت مبلغ ۵۳ روپیہ ماہوار ہے، میں تازلیت اپنی ماہوار آمد کا ۱/۲ حصہ داخل خزانہ کرتا رہوں گا، اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں کہ میری جائداد جو بوقت وفات ثابت ہواس کے ۱/۲ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی، اور اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن

نزدیک مطلب پرستی کا نام دوستی ہے (۸۱) گفتگو کرنا بھی ایک فن ہے اور جو لوگ یہ فن جانتے ہیں، ان کو دنیا کے کاروبار میں اس سے بہت مدد ملتی ہے (۸۲) ظاہری صورت باطنی سیرت کا پتہ دیتی ہے (۸۳) دنیا میں سب سے بڑی نعمت نیک خواہ اور خوشرو بیوی ہے (۸۴) نسل انسانی کو سب سے زیادہ نقصان جہالت سے پہنچا ہے، (۸۵) محبت کی فتح نفرت کی فتح سے کہیں بڑھ کر ہے (۸۶) مصیبت اس قدر ڈراؤنی نہیں ہوتی جس قدر آنے سے پہلے دکھائی دیتی ہے (۸۷) تجربہ بہت کچھ کھوکھلے حاصل ہوتا ہے (۸۸) انتقام حیوانیت اور غفوان انسانیت (۸۹) بخیل دانشمند سے غریب سخی بڑا ہے (۹۰) بڑا آدمی وہ نہیں جس کے پاس بہت سی دولت ہو، بلکہ بڑا آدمی وہ ہے، جو اخلاق فاضلہ سے مزین ہو اور اپنی دولت کو فیض رسانی کے کاموں میں صرف کرے (۹۱) مفلس کا سب سے بڑا دشمن اس کا اپنا افلاس ہے (۹۲) دنیا میں بدترین پیشہ گداگری ہے (۹۳) جوں جوں عمر بڑھتی ہے توں توں گھٹتی ہے (۹۴) غصے پر قابو سب سے بڑی خوبی ہے (۹۵) جس شخص کو اپنے غصے پر قابو حاصل ہے اس کو اپنے لئے پر بہت کم نادم ہونا پڑتا ہے (۹۶) جو دوست دشمنوں سے جا ملے وہ بدترین دشمن ہوتا ہے (۹۷) دنیا میں سب سے زیادہ مشکل کسی دوسرے شخص کے متعلق رائے زنی کرنا ہے (۹۸) آرام کام سے ہے اور کام آرام ہے (۹۹) دن کا ہم کیلئے ہے اور رات آرام کیلئے (۱۰۰) بیکاری آرام نہیں، محنت سے ہی آرام کا لطف حاصل ہوتا ہے (۱۰۱) اگر دشمنی کے سلسلہ کو جاری رکھنا نہیں چاہتے، تو دشمن سے انتقام لینے کا خیال چھوڑ دو (۱۰۲) خطا کرنا انسان کی صفت ہے اور معاف کر دینا خدا کی صفت (۱۰۳) غصہ اور عقل کا بے رہ ہے (۱۰۴) اگر تم کو یہ دیکھنا ہو کہ غصے کے وقت تم کس قدر بد نما ہوتے ہو تو دوسروں کو دیکھو جب کہ وہ غصے میں ہوں (۱۰۵) غصہ انسان کو بد صورت بنا دیتا ہے (۱۰۶) تحمل طاقت سے زیادہ قابل تعریف ہے اور صبر حسن سے (۱۰۷) رونی طور پر دیکھ کر پریشان کر دیتی ہے (۱۰۸) دنیا میں دوست قسمت سے ملتا ہے (۱۰۹) مسرت محبت میں ہے (۱۱۰) دنیا میں تنگدست کا کوئی دوست نہیں ہے

احمدیہ قادیان وصیت کی مدد میں کروں تو اس قدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جائیگا۔ الحدید محمد یعقوب مولوی فاضل اسٹنٹ ایڈیٹر الفضل۔ گواہ شمس غلام نبی ایڈیٹر الفضل گواہ شمس عبد الرحمن مولوی فاضل رکن ادارہ الفضل گواہ شمس عبد المجید بی بی انزیر رکن ادارہ الفضل۔ گواہ شمس فیض احمد میڈ کا تب الفضل۔

وصیت نمبر ۴۵۹۸

منکد حکیم ود ہوا ولد صدیقہ قوم ترکخان پیشہ زراعت عمر تقریباً ۷۷ سال تاریخ وصیت ۱۹ ستمبر ۱۹۳۶ء ساکن بہری پور ڈاک خانہ کلا سوالہ ضلع سیالکوٹ بھائی ہوش و خواں بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲۰ جولائی ۱۹۳۶ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت جائیداد منقولہ وغیرہ منقولہ سوازی للعت کمال اراضی ملکیت و مکان خام سکونتی بمعہ جوبلی مال مولشی موجود ہے، للعت کمال مزروعہ، ایک ہزار روپیہ، قیمت مکان خام معہ جوبلی ۳۰۰/- روپیہ قیمت مال مولشی بمعہ دیگر اسباب خانگی ستر روپے کل میزان ایک ہزار تین سو ستر روپے۔ جس میں سے مبلغ ۳۳۴ روپے کی اراضی قرضہ میں رہن ہے، اب جائیداد مذکورہ ۷۳۶ روپے کی موجود ہے، میں وصیت کرتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد میرے اس قدر حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی، اگر میرے مرنے کے وقت کوئی اور جائیداد پیدا یا ثابت ہوگی تو اس کے اتقدار حصہ پر بھی یہ وصیت عادی ہوگی، جائیداد موجودہ مذکورہ کا ۱/۲ حصہ لکھنویا ہوں کہ سند ہے اگر میں اپنی زندگی میں صدر انجمن احمدیہ قادیان کی قیمت میں سے کوئی روپیہ یا کوئی حصہ داخل کروں تو اتقدار حصہ وصیت کروں سے منہا کر دی جائیگی، نیز آمدنی سالانہ کا ۱/۲ حصہ بھی لکھنویا ہوں۔ الحدید حکیم ود ہوا ولد صدیقہ بہری پور ڈاک خانہ شمس خیر الدین کنوالی گواہ شمس حمید اللہ ولد حکیم ود ہوا اقلیم خور گواہ شمس ابو محمد عبد اللہ امیر جماعت احمدیہ کلا سوالہ۔

وصیت نمبر ۴۵۹۷

منکد چوہدری عزیز احمد ولد چوہدری کریم بخش قوم راجپوت بھٹی پیشہ ملازمت عمر ۳۲ سال تاریخ وصیت پیدائشی ساکن بھٹائی ڈاک خانہ صدر سیالکوٹ بھائی ہوش و خواں بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت سوائے میری ماہوار تنخواہ کے جو ۲۰۰/- تنگ ہے اور کوئی جائیداد یا آمدنی کی صورت نہیں، میں وصیت کرتا ہوں کہ میں تادم زندگی اس کا ۱/۲ حصہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کو بھیجتا رہوں گا اگر اس کے بعد میری جائیداد بوقت وفات ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۲ حصہ کی مالک انجمن احمدیہ قادیان مالک ہوگی۔ الحدید عزیز احمد بہری پور ڈاک خانہ شمس گواہ شمس محمد شریف احمدی پرنسٹن بکس نمبر ۱۳۳ نیروبی

قرآن شریف کے گورکھی ترجمہ کے متعلق سنگھ صاحبان کی فرمائیں؟

جناب سردار اربل سنگھ صاحب ایم اے

زبد حیر کا بیچ بچہ دھندلے لکھتے ہیں کہ "چونکہ جناب نے ترجمہ کے متعلق میری رائے طلب کی تھی، دس پندرہ صفحات پر مفید پڑھتا رہا اور اب ایک دفعہ ختم کر چکا ہوں، میں نے پہلے انگریزی میں ترجمہ پڑھا ہے، لیکن جو خط اور فائدہ مجھے آپ کے ترجمہ سے نصیب ہوا ہے وہ پہلے نہیں ہوا تھا، اب میرے بچے یہ ترجمہ پڑھ رہے ہیں آپ نے ایسا عمدہ اور سلیس ترجمہ شائع کر کے تمام پنجابیوں پر عموماً اور سکھوں پر خصوصاً بہت بڑا احسان کیا ہے کیونکہ سچائی سچائی ہے، خواہ کسی جگہ سے ملے، مجھے یقین واثق ہے کہ اگر بہت سے پنجابیوں نے اس ترجمہ کو پڑھا تو وہ غلط فہمیاں جو خود غرض اشتیاق میں نے یا جہالت اور ناواقفیت نے پھیلا رکھی ہیں جو ہو جائیں گی، خدا آپ کو اس محنت کا اجر عظیم دے میں آپ کا دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے ایسا تحفہ دیا جو دینی اور دنیوی ترقی میں مدد دینے والا ہے"

ایڈیٹر صاحب نور کا یہ کارنامہ واقعی قابل تعریف ہے

گورکھی لٹریچر جس کج رسالہ پھلوڑی کا پایہ بہت بلند ہے اس رسالہ کے ناؤ ایڈیٹر جناب کیانی ہیر سنگھ صاحب درو اپنے فروری کے پرچہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "سردار محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار نور قادیان نے قرآن شریف کا گورکھی ترجمہ چھپوایا ہے۔ سو اسات مسو صفحات ہیں، کپڑے کی سنہری جلد ہے، ہمیں یہ دیکھ کر خوشی ہوئی ہے کہ دنیا کے ایک بڑے مذہب کی مذہبی کتاب کا گورکھی میں ترجمہ چھپا ہے، مذہب اور روحانیت کے خواہشمندوں کو ہر ایک مذہب کی مقدس کتب کو ضرور پڑھنا چاہئے، گورکھی پڑھے ہوؤں کو اس بات کا کوئی علم نہ تھا کہ قرآن شریف میں کیا لکھا ہے ایڈیٹر صاحب نور کا یہ کارنامہ واقعی قابل تعریف ہے کہ جنہوں نے گورکھی دانوں کیلئے بھی فرقان حمید کی تعلیم سے آگاہی حاصل کر لیا سامان پیدا کر دیا ہے، ایڈیٹر صاحب نور کی اس الواضحی کو دیکھ کر سکھوں کو بھی ملو حاصل کرنا چاہئے، کہ وہ اپنی مذہبی کتب اور گورو صاحبان کے مقدس اقوال کا دیگر السنہ میں ترجمہ کر کے اصل لاگت پر دینے کا انتظام کریں"

جناب سردار عطر سنگھ صاحب گورنر صوبہ پٹیہ

تحریر فرماتے ہیں کہ "مجھے قرآن شریف کے مطالعہ کا ہی شوق تھا، لیکن عربی سے ناواقفیت ہونے کی وجہ سے آج تک یہ خواہش پوری نہ ہو سکی، قرآن مجید کا گورکھی ترجمہ ارسال فرما کر آپ نے میرے مدت کے شوق کو پورا کیا ہے، میں کس زبان سے آپ کا شکریہ ادا کروں، بلاشبہ آپ کے گورکھی زبان میں فرقان کریم کا ترجمہ کر کے گورکھی دانوں پر بہت احسان کیا ہے، اور اسلام کی بڑی بھاری خدمت بجالائے ہیں"

جناب سردار جیون سنگھ صاحب نائٹ تحصیلدار

پولیسکل آفس سب ڈیوچٹان لکھتے ہیں کہ "گو مجھے اپنے فرائض منصبی کے باعث اتنی فرصت تو نہیں مل سکتی، کہ میں اس گرنٹھ کو جو شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار نور کی محنت اور عرق ریزی کا نتیجہ ہے کلیتہً پڑھ سکوں، تاہم جزوی صورت میں مختلف جگہ سے مطالعہ کر کے میں ذیل کے نتیجے پر پہنچا ہوں، قرآن شریف کی تعلیم وحدانیت سے بھری پڑی ہے، گویا سر اسر وحدانیت ہی ملکتی ہے، قرآن شریف میں ایسے ایسے مختصر اور بامعنی اور بامحاورہ الفاظ ملتے ہیں، جو دوسری زبانیں اس کے مقابلہ میں خاموش ہیں، مثلاً لفظ انشاء اللہ کو لیجئے اس کے معنی ہیں کہ اگر اللہ کو منظور ہے تو، یہ کلمہ محسوس اور بامعنی اور پاکیزہ رنگ میں ہے، جو اپنی خوبی کی وجہ سے میری زبان پر چڑھ گیا ہے، بعض حضرات اپنی تشددی کے باعث اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ سکھ ہو کر عربی لفظ کیوں استعمال کرتے ہو، ان کو میرا یہی جواب ہوتا ہے کہ اس لفظ کے مقابلہ میں کوئی دوسرا لفظ سنسکرت یا گورکھی کا مجھے بتایا جائے، تاکہ اکثر گفتگو میں اس کا استعمال کیا جائے، مگر صرف دائیں بائیں سر ملادینے کے سوا ایسے حضرات کو کوئی جواب نہیں آتا، میرا سب کی خدمت میں یہ مشورہ ہے کہ قرآن شریف کی تعلیم خاطر خواہ اگر دیکھنی ہو تو باقاعدہ اس کا مطالعہ کیا جائے۔"

قرآن شریف کے گورکھی ترجمہ کی زبان کیسی ہے

اس بارہ میں میں کیا عرض کر سکتا ہوں، چھوٹا منہ اور بڑی بات والا معاملہ ہے، یہ اس شخص مطالعہ سے ہی حل ہو سکتا ہے، "شندہ کے لودمانند دودہ" گرنٹھ سامنے پڑا ہے پڑھ کر اندازہ کر سکتے ہیں، کیا خوبی ہے کہ عربی کا ترجمہ کیسے کیسے صاف اور بامعنی اور مزید

الفاظ میں کیا گیا ہے، مختصر یہ کہ ترجمہ قرآن کا ہو اور کر نیوالا شیخ محمد یوسف ہو تو پھر زیادہ لب کشائی ایک لن ترائی ہوگی، بس شیخ صاحب کا نام ہی کافی ہے جو سونے پر ہر گاہ ہے، خدا کرے ایسی عالم و فاضل بہتیاں ہر مذہب ملت میں کثرت سے پیدا ہوں، تاکہ مذہبی کشمکش اور سرکشی کا جلد خاتمہ ہو۔

گورکھی دان دیہاتی باشندوں کو اس ترجمہ کی کہنا تک ضروری اس کی ضرورت نہایت سخت تھی، جو لوگ پہلے اذان سن کر ہی کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے تھے تاکہ اللہ اکبر کی لفظ سے مامون و محفوظ رہیں اور اس کی زد سے بچ جائیں، یہ ترجمہ پڑھ کر اب وہ اخیر تک اذان سن سکیں گے، مجھے یاد ہے کہ لڑکپن میں میں ایک گاؤں میں گیا، اس کے باہر ایک مسجد تھی، جب اذان کا وقت ہوا تو وہاں سے اذان کی آواز آئی تھی کہ اس سے برا لگتی تھی کہ اکثر اشراجاب نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں، میں اس وقت گوبے سمجھ تھا، مگر استقدر سوچ سکتا تھا، اور حیران تھا، کہ اذان میں شاید ملاں گالیاں نکالتا ہو گا کسی لوگ سنا گا اور انہیں کتے، جب میں نے ہوش سنبھالا، اور اذان کے مطلب اور معنی سے باخبر ہو گیا تو ان کی نا فہمی پر مجھے رونا آیا۔

خود غلط بود آنچه ما پنداشتیم۔ اب شیخ صاحب کی مہربانی، کشادگی اور عرق ریزی سے ایک ہم ضرورت پوری ہو گئی ہے، اب کانوں میں انگلیاں ٹھونسنے کی ضرورت نہیں رہی، ہر شخص جس میں تھوڑا سا علم ہو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے، یہ سب جمالت کے رنگ ہیں، میں باگاہ پاک پروردگار میں شیخ صاحب کے حق میں دست بردا ہوں کہ خداوند کریم جمیع حادثات دہر سے شیخ صاحب کو مامون و محفوظ رکھے اور اس نیک کام کا نیک اجر بخشے۔"

میری دیرینہ تنابرائی

جناب کیانی بھگت سنگھ صاحب سید گرنٹھ سہری گورکھی لکھنے سمیٹے سے تحریر فرماتے ہیں کہ "مکرم و معظم جناب ایڈیٹر صاحب نور ست سہری اکال۔ عرصہ سے اشتیاق تھا، کہ قرآن کریم کی تعلیم سے آگاہی حاصل کی جائے، لیکن بوجہ عربی نہ جاننے کے ہم محروم تھے اتفاقاً سند سے آپ کے ایک قادیانی بھائی کے توسط سے فرقان حمید کا گورکھی ترجمہ چند یوم کیلئے ملا، جس سے میری دیرینہ خواہش برآئی، پڑھنے سے معلوم ہوا کہ واقعی قرآن مجید ایک روحانی اور لائق ستائش کتاب ہے، ہم آپ کے ممنون ہیں اور

آپ کے ہاتھ کا ٹیکہ پڑھ کر بھی خوش ہوئے ہیں، اور ہماری طرف اہل قادیان کو مست سہی اکال کہہ دیں۔

جناب گیانی دیدار سنگھ صاحب بی۔ اے

(فاضل سکھ مذہب) بیڈماسٹر خالصہ ہائی سکول توگوالہ ضلع گورداسپور لکھتے ہیں کہ ”سردار محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور کے قرآن مجید کے گورکھی ترجمہ کو نہ صرف میں نے پڑھا ہی ہے، بلکہ ایک ایک سطر اور ایک ایک لفظ کے مطلب کو سمجھا ہے، بلاشبہ اس ترجمہ نے ایک دیرینہ کی کوپور کیا ہے، جو گورکھی دانوں کو خصوصاً عرصہ سے ضرورت تھی، کیونکہ مادری زبان اپنے اندر جو جذب اور دل میں عمیق اثر داتی ہے وہ اظہار من الشمس ہے، آج تک کروڑوں مسلمان بھائی قرآن مجید کی تلاوت بلا ناغہ کرتے چلے آتے ہیں مگر ان میں گنتی کے ہی چند دوست ہونگے جنہوں نے اس کی اصلیت اور حقیقی تاثرات سے فائدہ اٹھایا ہو، سردار صاحب کی یہ کوشش قابل تحسین ہے، کہ انہوں نے حضرت محمد صاحب کی تعلیم کو ہو وید ہزاروں تک پہنچایا ہے جو عربی نہیں جانتے تھے، مگر ان کی ارواح فرقان پاک کی تعلیم سے مستفیض ہونے کیلئے تڑپ رہی تھیں، آیتوں اور رکوع کے باقاعدہ نمبر و مکر تن کے ساتھ ساتھ چلنے کے خیال کو بہت اہمیت دی گئی ہے جن سے عربی پڑھے ہوئے دوستوں کو اصل سے مقابلہ کرنے لئے کوئی وقت نہیں اٹھانی پڑتی، قصہ کوتاہ! مترجم نے علاوہ ازیں سکول اور مسلمانوں کے درمیان جواز زدگی اور کشیدگی کی وسیع خلیج حائل تھی، قرآن مجید کے اس ترجمہ کے ذریعہ اسے پالنے کی پوری کوشش کی ہے، میری دلی دعا ہے کہ پروتا انکی اس نیک کوشش کو بار آور فرمائے۔“

سردار دیوی سنگھ صاحب گرنہتی سب پوسٹما سٹر

خان پور (ریاست بہاولپور) لکھتے ہیں کہ ”میں نے قرآن شریف کا گورکھی ترجمہ پڑھا، میں سردار محمد یوسف صاحب کی قابلیت کی داد دیتے بغیر نہیں رہ سکتا، جو انہوں نے جگت ادھار (دنیا کی نجات) کیلئے اس پاک کتاب کا ترجمہ کیا ہے، اور مخلوق خدا کیلئے نور خدا کا چشمہ کھول دیا، چند روز ہوئے، سردار محمد یوسف صاحب نے اپنی تیار کردہ کتاب میں سکھ اور مسلمان، سکھ مسلم اتحاد، مسلمانوں کے احسان سکھوں پر، روانہ کیں، ان میں نے بغور پڑھیں، میں نے تقریباً سب خالصہ قوانین دیکھی ہیں، جو کچھ سردار صاحب موصوف نے لکھا ہے یہ (Open fact) بین حقیقت ہے، قرآن شریف

کے اپدیش (ہدایات) سب شری گورو گرتھ صاحب کے مطابق ہیں، سچ پوچھو تو سکھ اور مسلمان دو بھائی ہیں، سردار صاحب موصوف نے ان بچھڑے ہوئے دو بھائیوں کو گنگے ملا دیا ہے، میں سردار صاحب کو ان کی ان کامیاب کوششوں کیلئے مبارکباد دیتا ہوں، اس مقدس کتاب (قرآن شریف) کے گورکھی ترجمہ کو خلق خدا کے سامنے پیش کر کے ایک پروانچکار (سب سے بڑا کا زخیر) بجا لائے ہیں، واہ گورو جی آپکو اس سے زیادہ طاقت بخشیں، آمین۔“

جناب بھائی پریم سنگھ صاحب گرنہتی

(سکھوں کی مذہبی کتب کے ماہر خصوصی) از ٹیٹھ چھینڈ ڈاکخانہ خاص براستہ لکھنؤ گورنوالہ لکھتے ہیں کہ ”میں آپ کے قرآن مجید کے گورکھی ترجمہ کو پڑھ کر نہایت محظوظ ہوا، اس کی لکھائی چھپائی وغیرہ نہایت اعلیٰ درجہ کی ہے، ایسی دھارمک پستک (مذہبی کتاب) کا ترجمہ کرنے میں بلاشبہ آپ نے کمال محنت سے کام لیا ہے، میری پراختنا (دعا) ہے کہ ایشور آپ کو بہترین صلہ دے، میں نے بہت سی پستکوں (کتب) کا مطالعہ کیا ہے، لیکن دھارمک پستک کا ایسا عمدہ ترجمہ نہیں دیکھا۔“

جناب سردار سادھو سنگھ صاحب ایس ڈی ایم

تحریر فرماتے ہیں کہ ”میرے دل میں قرآن شریف پڑھنے کا بھی شوق تھا مگر بدیشی بھاشا میں ہونے کی وجہ سے میں اپنی خواہش کو پورا نہیں کر سکتا تھا، اب حال میں سردار محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار نور قادیان نے قرآن مجید کا گورکھی ترجمہ بڑی محنت سے عام فہم گورکھی زبان میں کیا ہے جو خاکسار کو اپنے دوست بابو غلام محی الدین صاحب کے ذریعہ ملا ہے، جس نے میری خواہش کو اس طرح پورا کیا ہے جس طرح ایک خشک درخت بروقت آبیاری سے سرسبز ہو جاتا ہے بلاشبہ فاضل مصنف نے ترجمہ کرنے میں کمال عقلمندی سے کام لیا ہے، زبان نہایت شستہ ہے ایسے کار نمایاں کی اسلام میں یہ پہلی نظیر ہے، یقیناً آپ کا یہ کارنامہ مذہبی دنیا میں قابل تعریف ہے، اور مذہب اسلام کیلئے خاص طور پر قابل فخر ہے۔“

سردار کروڑ سنگھ صاحب ریٹائرڈ سب پوسٹما سٹر

سنڈر ریاست جیند لکھتے ہیں کہ ”شریمان جی! میں نے قرآن شریف کے گورکھی ترجمہ کو شروع سے آخر تک کمال غور

سے پڑھا ہے اور پڑھنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ آپ نے اس مقدس کتاب کا گورکھی ترجمہ کر کے گورکھی دان لوگوں پر ایک احسان عظیم کیا ہے، جس کا جس قدر بھی شکریہ ادا کیا جائے کم ہے۔“

مہنت وسو ارام صاحب کبیر پتھی

راجہ جنگ ضلع لاسور لکھتے ہیں کہ ”میں نے آپ کا کیا ہوا قرآن مجید کا گورکھی ترجمہ پڑھا، یہ ترجمہ بہت ہی اچھا ہے، آپ نے گورکھی میں قرآن شریف کا ترجمہ کر کے خلق خدا پر بڑا احسان کیا ہے آپ کو اس کا اجر خدا ہی دے سکتا ہے، جو اتننت (نہایت ہی) دیالو (رحمن) اور کرپالو (رحیم) ہے، دوسرا کیا دیگا؟ یہ قرآن مجید کا ترجمہ میں نے اپنے چیلے مسعی ساون کو منگو کر دیا ہے، خدا اسے سمجھنے کی توفیق دے۔“

جناب سردار نتھ سنگھ صاحب پبشنگ لڈھیٹا

بوساطت جناب شیخ غلام احمد صاحب فرماتے ہیں کہ ”قرآن مجید کے اس گورکھی ترجمہ کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے، اس کے مطالعہ سے انسان کے دل پر روحانی اثر پڑتا ہے، اور جس جانفتاں اور محنت کے ساتھ یہ ترجمہ کیا گیا ہے، اس کا اندازہ کوئی پڑھنے سے ہی لگا سکتا ہے۔“

قرآن مجید کا گورکھی ترجمہ اور آریہ پریس!

آریہ مسافر لاسور اپنے مارچ ۱۹۳۱ء کے اشو میں لکھتا ہے کہ ”شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار نور نے سالہا سال کی محنت شاقہ کے ساتھ قرآن مجید کا گورکھی ترجمہ نہایت خوبصورت جلد کیا ہے، مختلف مقامات سے اس کا مطالعہ کیا گیا، ترجمہ واقعی عام فہم اور شیخ صاحب کی یہ کوشش قابل داد ہے۔ نور۔ ایک شدترین مخالف کے منہ سے یہ الفاظ نکلنے ایک معجزہ ہے۔ قرآن مجید کے گورکھی ترجمہ کا ہدیہ صرف دو روپے ہے یہ ترجمہ جس کے متعلق سکھ علماء کی قیمتی آراء آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں سائو ۲۶-۲۷ صفحات ۲۸ء کاغذ عمدہ، چھپائی نہایت نفیس، جلد سہری گھر کی لاکٹ پانچروپیہ تبلیغی نقطہ خیال سے برائے نام ہدیہ کاغذ رسمی دو روپے، کاغذ اعلیٰ تین روپے، تصویلاًک ۱۸۱، تھوڑی جلدیں باقی رہ گئی ہیں دوست جلدی درخواستیں بھیجیں ہدیہ سہری موقعہ ہاتھ نہیں آئے گا۔“

منیجر اخبار نور نور بلڈنگ، قادیان ضلع گورداسپور پنجاب



موتی کوڑیوں مول

آٹھ کتب کا سٹ بجائے
۸ کے عجز پر

آٹھ کتب کا سٹ بجائے
۸ کے عجز پر

حضرت بابا نانک کاندریک یہ وہ جامع کتاب ہے جس میں ہندوؤں
چھات (۳) تیرتھ یا تیرا (۴) جینیو (۵) مورتی پوجا (۶) سوتک (۷) اوتار (۸) گولپوجا (۹) مردے
کا جلانا (۱۰) ذبیحہ یا جھٹکا (۱۱) تناسخ (۱۲) سکھوں کے پانچ لگے، شری گرنٹھ صاحب اور حضرت
بابا نانک کے اقوال سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت موصوف نے ان عقائد کی بزور تردید کی
ہے اور اس کے خلاف مسلمانوں کے عقائد کے گورو صاحب دل وجان سے مؤید تھے، مثلاً
(۱) کلہ طیبہ (۲) نماز روزہ (۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (۴) حج کعبہ (۵) قبلہ پر ایمان (۶) عقیدہ
ملائکہ (۷) قرآن مجید پر ایمان (۸) صوفیائے کرام اور حضرت بابا نانک (۹) حضرت بابا نانک کے
اقوال کا مانعہ قرآن مجید ہے، پھر اخیر میں اس کتاب میں نہایت مدلل و مبسوط مضمون تاریخی نقطہ
خیال سے درج ہے جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ شاہان اسلام گورو صاحبان کے حامی و مددگار
رہے اور سکھوں کے پانی کی جگہ اپنا پسینہ بہایا، اس کتاب کے متعلق ہندوستان کے ۲۰ چوٹی
کے اخبارات نے زبردست ریویو میں یہ ظاہر کیا ہے کہ سکھوں اور ہندوؤں میں تبلیغ کیلئے یہ
بے نظیر کتاب ہے، قیمت صرف ایک روپیہ بارہ آنے - محصول ڈاک علاوہ

مسلمانوں کے احسان سکھوں پر مضمون نام سے ظاہر ہے، اس میں
کیا گیا ہے کہ گزشتہ زمانہ میں مسلمان سکھوں کے ہر آڑے وقت میں کام آتے رہے ہیں، سکھ گوروؤں
کے پسینہ کی جگہ مسلمانوں نے اپنا خون بہایا، سکھ گوروؤں کی خاطر مسلمان ہر مشکل کے وقت سینہ سپر
ہوئے، یہ رسالہ اس قدر مقبول ہوا کہ اس کے قیمتی مضمون کو بعض سکھ اخبارات نے بھی خیر شائع
کیا ضرورت ہے کہ ایسا رسالہ نہایت وسیع پیمانہ پر شائع ہوتا کہ ہمارے سکھ بھائی اپنے دوست
اور دشمن کو بہتر سمجھ سکیں، قیمت ۳۰ محصول ڈاک علاوہ -

سکھ اور مسلمان یہ جناب ایڈیٹر صاحب اخبار نور کا وہ لیکچر ہے جو گزشتہ سے پورے
سال مرکزی سالانہ جلسہ پر دیا گیا، اور پھر دوستوں کے اصرار پر کتابی
صورت میں شائع کیا گیا، یہ لیکچر اس قدر مقبول عام ہوا کہ اس کا پہلا ایڈیشن جو دو ہزار چھپا تھا
باتھوں ہاتھ فروخت ہو گیا، اب دوسرا ایڈیشن فریڈ اضافہ سے شائع کیا گیا ہے
سکھوں میں تبلیغ کیلئے بہترین حربہ ہے، قیمت فی کاپی آٹھ آنے، محصول ڈاک علاوہ -
یہ جناب ایڈیٹر صاحب موصوف کا وہ لیکچر ہے جو انجمن حمایت
مسلم اتحاد اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ پر دیا گیا، جسے حاضرین نے غلے
اشتیاق سے سنا، اب دوستوں کے اصرار پر رسالہ کی صورت میں شائع کیا گیا ہے

اس رسالہ میں از روئے گرنٹھ صاحب و دیگر سکھ تاریخی کتب سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ سکھ
کا اگر مضبوط قدموں پر اتحاد ہو سکتا ہے تو مسلمانوں سے ہی - سکھ دوستوں کو دینے سکھ لے
بے نظیر تحفہ ہے، قیمت صرف آٹھ آنے - علاوہ محصول ڈاک -
ہندو دھرم کی حقیقت یعنی ساتن دھرم پر ایک تنقیدی نظر آج تک مسلمانوں
کی طرف سے اس مذہب کے متعلق بہت ہی کم
لٹریچر مہیا کیا گیا ہے - اس لئے اس قابل قدر کتاب نے ایک بڑی بھاری ضرورت کو پورا
کیا ہے، اس محرکہ اللہ کتاب میں حسب ذیل مضامین ہیں (۱) دیوں کی حقیقت (۲) کیا وید لکھی
ہیں (۳) ہندوؤں کا مسئلہ اوتار (۴) اوتاروں کی تقسیم (۵) ست جگ کے اوتار (۶) ایشور
نچھلی کے روپ میں (۷) ایشور کچھوے کے روپ میں (۸) ایشور سور کے روپ میں (۹) ایشور
بادنے کے روپ میں (۱۰) ایشور کلہاڑے والے کے روپ میں (۱۱) رام اوتار (۱۲) دو اپرنگ
کے اوتار (۱۳) کرشن اوتار (۱۴) بدھ اوتار (۱۵) صداقت اسلام پر پنڈت دیانند کی گواہی وغیرہ وغیرہ
گویا ہندوؤں کی وہ کتب جو ہزار ہا اوراق پر پھیلی ہوئی ہیں اور آج تک ان میں درج شدہ مضامین
کی بھنگ تک بھی مسلمانوں کے کانوں میں نہ پڑی تھی، یہ ان جملہ کتب کا پختہ ہے، قیمت صرف
ایک روپیہ آٹھ آنے، علاوہ محصول ڈاک -

آریہ مذہب کی حقیقت مارچ ۲۳ء میں جیکب آریوں کی طرف سے راجپوتانہ
میں ملکانہ ارتداد کی وبا پھیلی تھی اس وقت یہ کتاب
اس ارتداد کی وبا کو روکنے کیلئے بہترین یاقوتہ ہوئی تھی، اس کی تاثیر اور اس کی قبولیت کا آپ
اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مسلم آؤٹ لک، زمیندار، سیاست وغیرہ نے اس پر تبصرہ کرتے
ہوئے یہ لکھا کہ آج تک جس قدر کتب اس موضوع پر لکھی گئی ہیں، یہ ان سب پر فائق ہے، مجھ
سے اجازت لے کر بعض دوستوں نے سندھی اور بھارتی زبانوں میں اس کا ترجمہ کیا، اب یہ مزید
اضافہ کے ساتھ دوبارہ چھپ گئی ہے، پہلے حجم ۸۰ صفحات تھا، اب ۱۰۸ ہے، کاغذ اچھا
چھپائی سب اعلیٰ ہے، قیمت غیر مجلد چھ آنے جو تقریباً اصل لاگت ہے، ضرورت ہے
کہ اس مجرب تبلیغی حربہ کی اشاعت نہایت ہی وسیع پیمانہ پر ہو - اسلئے اسکی قیمت تقریباً
اصل لاگت ہی رکھی گئی ہے،

گائے اور سکھ دھرم - گورو کی بانی (گورو گوبند) اس
یہ آٹھ کتب کا سٹ بجائی قیمت پانچ روپے ایک آنہ ہوتی ہے، اکٹھا خریدنے والوں
سے صرف دو روپے آٹھ آنے - محصول ڈاک علاوہ -

ملنے کا پتہ منیجر اخبار نور نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

نورائید سنز کی تیرہ ہفت و شہرہ آفاق ادویہ!

اکسیر البدن دنیا میں ایک ہی مقوی دوا

بلاشبہ کمزوری اور ضعیفی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی مصیبت نہیں اس سے نجات حاصل کرنے کیلئے آپ آج ہی اکسیر البدن رجسٹرڈ کا استعمال شروع کریں، کیونکہ دل میں نئی امنگ، اعصاب میں نئی ترنگ، دماغ میں نئی جولانی پیدا کرنا، کمزور کو زوردار اور کمزور کو شاہ زور، نامرد کو مرد اور مرد کو جوان بنانا اس اکسیر پر ختم ہے ایک ماہ کی خوراک کی قیمت پانچ روپے۔ محصول ڈاک علاوہ۔

جناب ملک شیر محمد خان صاحب رئیس کوٹ رحمت خان و اکخانہ ضلع شیخوپورہ

سے تحریر فرماتے ہیں کہ ”میرے جسم میں جبکہ خطرناک عوارض مثلاً فالج، پسی کا دم، پیشاب کا جلن سے آنا، اکسیر البدن کے ذریعہ سب کو آرام ہو گیا، آپ جس دینا تدری سے ادویات تیار کرتے ہیں، اس کی اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، آپ کی ادویات کی تعریف جو اشتہاروں میں درج ہے ان کے اثرات اس تعریف سے بے انتہا بلند ہیں۔“

دنیا میں تو موتی سمرہ کی ہی دھوم

مچ رہی ہے!

آج دنیا اس بات کو مان چکی ہے کہ موتی سمرہ جملہ امراض چشم کیلئے نعمت غیر مترقبہ ہے، ضعف بصر، گلے، جلن، جھالا، پھولا، خارش چشم، پانی بہنا، دھند، غبار، پڑبال، ناخونہ گوباخنی، رتوند، ابتدائی موتیا بند وغیرہ غرضیکہ جملہ امراض چشم کے لئے اکسیر ہے، جو لوگ بچپن اور جوانی میں اس کا استعمال کرتے ہیں، وہ بڑھاپے میں اپنی نظر کو جوانوں سے بھی بہتر پالتے ہیں قیمت فی تولہ صرف دو روپے اٹھ آنے۔ محصول ڈاک علاوہ۔

ایک جج صاحب بہادر نے بہت سا سمرہ

مفت تقسیم کیا

جناب ڈاکٹر محمد ابرہیم صاحب کنٹونمنٹ سپرنٹنڈنٹ چھائی فیروز

سے تحریر فرماتے ہیں کہ ”آپ کا موتی سمرہ ایک سبب جج صاحب بہادر کو استعمال کروایا گیا، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنا فائدہ دیا کہ وہ آپ کے موتی سمرہ کے گرویدہ ہی ہو گئے ہیں، اب وہ غریبوں میں بطور کار خیر مفت تقسیم کرنا چاہتے ہیں، لہذا آپ آدھ آدھ تولہ والی بارہ شیشیاں اور ایک شیشی تولہ والی بدین خط ہذا بذریعہ دی پی جلد بھیج دیجئے۔“

اکسیر اکسیر جس کا اثر مستقل ہے، اکسیر البدن کے علاوہ

سونا کاشتہ، کستوری، عنبر، یوہیمین وغیرہ اس کے فوائد کے کیا کہنے، ایک ہی لاثانی دوا ہے، اس کی موجودگی نے طبی دنیا میں ایک نئی روح پھونک دی ہے، مفصلہ ذیل نئی دوا پرانی بیماریوں میں اس کا اثر فوری اور مستقل ہے۔

ضعف دل، ضعف دماغ، ضعف اعصاب، ضعف ہاضمہ، قہل از وقت بالوں کا سفید ہو جانا، دل کی دھڑکن، ہسٹرا، جگرانا، آنکھوں میں اندھیرا آنا، بچہ پنی، کستی، اداسی، ذرا سے کام سے دل کا کاپنا، جسم میں سخت کمزوری وغیرہ بیماریوں کے لئے یہ اکسیر بفضلہ تعالیٰ آخری اور یقینی علاج ہے، لاگت کے مقابلہ پر قیمت برائے نام یعنی ایک ماہ کی خوراک صرف بیس روپے (عشہ) محصول ڈاک علاوہ۔

اکسیر اکسیر سے ۲۵ سالہ ۱۸ سالہ نوجوان منگیا

جناب ڈاکٹر شیر محمد صاحب عالی اسٹنٹ سرجن فورٹ لاہور ضلع کوہاٹ سے تحریر فرماتے ہیں کہ ”اکسیر اکسیر کی ایک ماہ کی خوراک جو آپ سے منگوائی تھی ایک مریض جس کی عمر ۲۵ سال سے متجاوز ہو چکی تھی اور جس کو کمزوری تقریباً ۲۰ سال سے تھی، استعمال کرائی گئی، دوران استعمال میں حیرت انگیز تبدیلی اس کے جسم میں رونما ہوئی، جو سینکڑوں مقوی ادویہ کے کھانے سے بھی آج تک نہ ہوئی تھی، یعنی اکسیر اکسیر کے استعمال سے اس کی صحت ایسی ہو گئی، جیسے اٹھارہ سالہ نوجوان کی چوہتی جوانی کا عالم ہوتا ہے۔“

اکسیر اکسیر واقعی اس زمانہ میں اپنا جواب نہیں دیکھتی آپ ایک مرتبہ ضرور تجربہ فرمائیے۔

تیراق اعظم اس ایک ہی تیراق سے سر سے لیکر پاؤں تک کی جملہ بیماریوں کا علاج کر لیجئے گھر میں اس تیراق اعظم کی شیشی ڈاکٹروں اور حکیموں کی ضرورت سے بے نیاز کر دیتی ہے، مگر میں اس کی ایک شیشی کا آپ کے پاکٹ یا سوٹ کیس میں ہونا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہسپتال کی جملہ ادویہ آپ کی پاکٹ میں ہیں، اس کے قطرہ میں آب حیات اور ہر مرض کیلئے اکسیر ہے، اس کے ایک قطرہ کے حلق سے اترتے ہی مردہ جسم میں برقی لہر دوڑ جاتی ہے سر کے درد، پسلی کے درد، گھٹیا کے درد، عرق النسا کے درد، مودہ کے درد، جگر کے درد غرضیکہ جملہ قسم کے دردوں کے لئے تیرہ ہدف، ناسور، جلے ہوئے آبلوں، تلی، بخار، ہضمیہ بدھمی کیلئے اکسیر، قصہ کوٹاہ، اقرباد و قدامت امراض کا ایک ہی علاج ہے، مفصل حالات پرچہ ترکیب استعمال میں ملاحظہ فرمائیے

قیمت فیشی صرف دو روپے چار آنے۔ محصول ڈاک علاوہ۔

تیراق اعظم کے ذریعہ جان بلب لیں کو شفا ہو گئی

جناب مسٹر خلیل الرحمن صاحب اپر اپر آئرو میڈی اگرہ سے

تحریر فرماتے ہیں کہ ”میں نے تیراق اعظم نامی دوا آپ سے منگوائی، میں اس کی جبکہ بھی تعریف کروں کم ہے، یہ تیراق ہر ایک بال بچے والے گھر میں ہونا ضروری ہے، میرے

پڑوس میں ایک جان بلب مریض کو اس تیراق سے فوراً شفا ہوئی اور ایسی مثالیں بیشمار ہیں، جن میں آٹے وقت میں یہ

تیراق اعظم تیرہ ہدف ثابت ہوئی، آپ نے ایسی بہترین دوا ایجاد کر کے مخلوق خدا پر بڑا احسان کیا ہے، اگر اسے زندگی کا رہنما کہا جائے تو بجا ہے، ایک شیشی کلاں جلد بذریعہ دی

نی بھیج کر شکریہ کا موقع دیں۔“

اکسیر لواسیر یہ نامراد مودی مرض انسان کا خون

نچوڑ کر ہڈیوں کا پنجر اور زندہ درگور بنا کر زندگی تلخ کر دیتا ہے، اس کی مصیبت کو کچھ دیر بہتر سمجھ سکتا ہے، جسے بدقسمتی سے اس نامراد مرض سے سابقہ

پڑا ہو، ہماری یہ اکسیر اس ظالم مرض کو خواہ کسی قسم کا ہو، زیادہ سے زیادہ چودہ روز کے استعمال سے بڑھ سے اٹھا کر صحت

نابود کر دیتی ہے، قیمت تین روپے۔ محصول ڈاک علاوہ
تشنشی اور بھجے جناب بابو محمد سالم اکبر صاحب میڈیکل
 اچھا پور نواب گنج کسی تحریر فرماتے ہیں کہ

”میں نے اپنے ایک دوست کیلئے پہلے بھی آپ سے اکسیر لوائس نامی دوا
 منگوائی تھی جس سے وہ دوست ایک سال تک بالکل اچھڑی ہو کر رہا تھا
 اب اور لوائس نے بھی خواہش ظاہر کی کہ لہذا بدین غلطی تشنشی
 اکسیر لوائس اور بذریعہ وی پی بھیج کر شکریہ کا موقعہ دیجئے۔“

یہ دوا چھوٹے بچوں کیلئے واقعی اکسیر
اکسیر چکان ہی ہے، اسی لئے اس کا نام
 ”اکسیر چکان“ رکھا گیا ہے، اسہال ہر قسم، پیش اور پچوں
 کے سوکھانین وغیرہ کیلئے یہ دوا بفضل ایزدی تیر ہدف
 ہے، سبز رنگ کے اسہال اور سوکھانین وغیرہ سے اکثر
 بچے ضائع ہو جاتے ہیں، یہ دوا ان عوارض کیلئے تریاق
 ہے، اور پھر بڑی عمر والوں کیلئے بھی اسہال اور پیش وغیرہ
 میں یہ بہت مفید ہے، قیمت فی تشنشی صرف دو روپے
 محصول ڈاک علاوہ۔

موتی دانت پودر میلہ دانت حملہ بیماریوں
 کا گھر ہیں، اگر آپ اپنی

صحت کو ضروری سمجھتے ہیں تو آج سے ہی اس کا استعمال
 شروع کر دیں جو دانتوں کی حملہ بیماریوں کو دور کر کے انہیں
 فولاد کی طرح مضبوط بنا کر موتیوں کی طرح چمکاتا اور بدبو سے
 دہن کو دور کر کے پھولوں کی سی مہک پیدا کرتا ہے، قیمت
 دواؤں کی تشنشی جو مدت تک کافی ہے ایک روپیہ، محصول ڈاک علاوہ

رفیق زندگی گرم مزاج فالوں کے لئے بے نظیر
 تحفہ ہے، مفرح دل اور مقوی

دماغ، جس سے جو ہر حیات کو خاص ترقی ہوتی ہے
 بیماری یا کثرت کار کی وجہ سے جن کے چہرے زرد، دل
 ہر وقت دھڑکتا، سر ہلکتا، آنکھوں میں اندھیرا آتا، اٹھتے
 وقت ستارے سے دکھائی دیتے، بے چینی بگڑا ہوا
 سستی اور ادا سی چھائی رہتی ہو، کام کرنے کو دل نہ
 چاہتا ہو، جسم میں سخت کمزوری ہو، ان کیلئے یہ جادو اثر
 دوا نعمت غیر مترقبہ ہے، اس دوا کا استعمال سال بھر

کیلئے انشاء اللہ کسی دوسری مقوی دوا سے بے نیاز کر دیا
 ایک ماہ کی خوراک جس میں ۵ تولہ دوا ہے، قیمت پانچ روپے
 محصول ڈاک علاوہ۔

اکسیر معدہ ہضم، بد ہضمی، کمی بھوک، درد شکم،
 اچھارہ، باؤ گولہ، پیٹ کا گر گرانا، کھٹی
 دھاریں، جی کا مٹلانا، قے، جگر و تلی کا بڑھ جانا، سر ہلکانا،
 کرم شکم، اسہال، ریاح، کھانسی، دمہ کیلئے تیر ہدف ہے۔
 دودھ، گھی، مکھن، بالائی، انڈے وغیرہ ہضم کرنے
 کا بہترین ذریعہ ہے، دماغ، حافظہ، اور ذہن کو تقویت
 دینے، کمزور اور دماغی کام کرنے والوں کیلئے بہت چیر خیر
 قیمت صرف دو روپے۔ محصول ڈاک علاوہ

قبض کشا گولیاں اول تو کبھی کبھار کی قبض
 بھی بہت تکلیف دہ ہے

پھر دائمی قبض سے تو غذا کی بناہ، اگر آپ کا معدہ صاف ہی
 تو سمجھو کہ آپ تندرستی کی گود میں کھیل رہے ہیں، ورنہ بیمار
 مسلمہ ہے کہ قبض سب بیماریوں کی ماں ہے، ایک دن گھر
 کا پانچا نہ صاف نہ ہو، تو تمام گھر کی فضا اس قدر خراب ہو
 جاتی ہے کہ ناک میں دم آ جاتا ہے، یہی حال آپ کا معدہ
 کا سمجھئے، اگر ایک روز بھی کھل کر اجابت نہ ہو، تو تمام معدہ
 متعفن ہو جاتا ہے، اور متعفن معدہ ہی ہر ایک بیماری کی
 جڑ ہے، قبض کشا گولیاں کیا ہیں، گویا معدہ کی جھاڑو ہیں اور
 ان کا دائمی استعمال سمجھو کہ صحت کا تہیہ ہے، ایک سو گولی
 کی قیمت صرف دو روپے، محصول ڈاک علاوہ۔

افیون چھڑاؤ گولیاں افیون بہت بُری بلا ہے
 علاوہ روپے کے

نقصان کے یہ انسانی صحت کا ستیاناس کر دیتی ہے بڑھتی
 سے جسے اس کی عادت پڑ جائے، پھر اس کا چھوٹنا بہت
 مشکل ہو جاتا ہے، ہماری یہ گولیاں انشاء اللہ بہت جلد اس
 بلا سے نجات دلا دیں گی۔ قیمت یکصد گولی دو روپے
 محصول ڈاک علاوہ۔

بلیٹ سالہ افیون کھانکی و باسو نجات مل گئی
 مکرم جناب نورا احمد خاں صاحب گورنمنٹ کٹر پٹر سائیکل

سے تحریر فرماتے ہیں کہ ”آپ کی مرسلہ افیون چھڑاؤ گولیاں
 ایک شخص کو استعمال کرائی گئیں، یہ صاحب بلیٹ سال سے
 افیون کھانے کی دوا میں مبتلا تھے، ان کا افیون کھانا قریباً
 قریباً چھوٹ گیا ہے، گولیاں بہت مفید ثابت ہوئی ہیں
 تھوڑی گولیوں کی اور ضرورت ہے، لہذا آپ ایک صند
 گولیاں بدیدن خط بذرا بھیج دیجئے۔“

اکسیر حیران اس نامراد مرض سے بڑھ کر اور کوئی
 خطرناک روگ نہیں، یہ اندری اندر

گھن کی طرح انسانی صحت کا ستیاناس کر دیتا ہے، سہ میں
 درد، طبیعت سرد، چہرہ زرد، ہاتھ پاؤں پھولے ہوئے
 دل اکتا یا سوا، بھوک مری ہوئی غرضیکہ یہ نامراد بیماری انسان
 کو زندہ درگور بنا دیتی ہے، ہم نے سالہا سال کے تجربہ کے
 بعد اس موذی مرض سے نجات حاصل کرنے کیلئے ایک
 مجرب نسخہ ایجاد کیا ہے، اگر اس کی قیمت دس روپے بھی
 رکھی جاتی تو بھی تھوڑی بھٹی، مگر محض بلیٹ کی ہمدردی کی
 خاطر اس کی قیمت صرف تین روپے رکھی جاتی ہے۔
 محصول ڈاک علاوہ۔

بلیٹ سالہ احتلام حیران اور سستی جاتی رسی
 جناب مہدی خاں صاحب ٹھکال ٹھکانہ دلوال ضلع جہلم

سے لکھتے ہیں کہ جو جناب سے دوا اکسیر حیران منگوائی تھی، اس
 سے اس قدر فائدہ ہوا کہ ۲۰ سال کے امراض احتلام حیران، سستی
 وغیرہ سب جاتی رہی، اللہ تعالیٰ اس ایجاد کیلئے انکو جزائے خیر دے۔“

مچھر پروف جب رات کو انسان میٹھی نیند سو رہا ہو
 تو اس وقت مچھروں کے کاٹنے سے جو

بیچینی ہوتی ہے، وہ کسی تشریح کی محتاج نہیں، اور پھر اس کے
 کاٹنے سے میسر یا بخار جیسا موذی روگ جو انسان کو زندہ درگور
 بنا دیتا ہے لگ جاتا ہے، ہم نے ایک ایسا تیل ایجاد کیا ہے جس کی
 بو سے مچھر اس طرح بھاگتا ہے جس طرح لاکھول سے شیطان۔

اس کے چند قطرے بدن پر مل لیجئے اور بے کھٹکے میٹھی نیند آرام کج
 دواؤں کی تشنشی جو خاصی مدت کیلئے کافی ہے قیمت ایک روپیہ چار روپے

بال اڑانے کی خوشبودار دوا اس خوشبودار دوا کی
 لگانے سے ایک منٹ کے اندر اندر سخت سے سخت اور نرم سے

نرم جگہ کے بال بہ صفائی کمال جڑھ سے
 دور ہو جاتے ہیں قیمت فی تشنشی اٹھ آنے

محصول ڈاک علاوہ

ملنے کا پتہ: منیجر نور انڈسٹریز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور